ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

بانی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ

۲۷ جنوری ۱۹۸۴ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

ہدیہ ۔/۲ روپے

اَحَادِیثُ الرَّسُول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ و تشریح — محمد سعید الرحمٰن علوی

سیّد الاستغفار — صبح و شام التزام کریں

عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوسٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم سَیِّدُ الْاِستغفارِ اَنْ تَقُوْلَ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ... الخ!

دُعا کی ایک قسم "استغفار" ہے جس کا مفہوم ہے اللہ تعالےٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہنا۔ بشری تقاضوں کے پیش نظر انسان سے جو خطائیں سرزد ہوتی ہیں ان کے برے انجام کے خوف سے ان پر دل رنج و ندامت ہو اور انسان آئندہ کے لئے اس سے بچے رہنے کا عزم و فیصلہ کرے تو اسے شریعت مطہرہ کی زبان میں توبہ کہتے ہیں۔ جن خوش نصیب لوگوں کو یہ توفیق نصیب ہو جائے وہ ضرور اپنے رب کے حضور گڑگڑاتے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں — اسی کا نام استغفار ہے۔ اللہ تعالےٰ کے مقبول ترین بندوں کو جو مقامات نصیب ہوتے ہیں، ان میں سب سے افضل ترین مقام عبدیت کا ہے۔ جس کا مخ (مغز) دعا ہے۔ حضور علیہ السلام نے دعا کو جہاں مغز عبادت فرمایا وہاں یہ بھی فرمایا کہ!

"اللہ تعالےٰ کے یہاں دعا سے زیادہ قیمتی چیز اور کوئی نہیں۔"

استغفار و توبہ کے وقت

چونکہ انسان اپنے جرائم کے پیش نظر انتہائی عاجزی اور تذلل کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اس لئے دعا کے باب میں اس کی بڑی اہمیت ہے اور اس وقت جو کیفیت نصیب ہوتی ہے وہ کسی دوسرے موقعہ پر نصیب نہیں ہوتی۔ پھر یہی نہیں کہ استغفار محض مجرم ہی کو کرنی چاہیئے۔ بلکہ ہر کسی کو اس کا اہتمام کرنا ضروری ہے۔ خود حضور نبی کریم علیہ السلام کثرت سے استغفار کرتے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"میں دن میں ستّر سے زائد مرتبہ اللہ تعالےٰ کے حضور استغفار کرتا ہوں۔"

معصوم نبی اس کا اہتمام اس لئے کرتے کہ بندگی کی ادائیگی اور اس کا حق جو ادا نہیں ہو سکا اس پر اے اللہ تو معاف فرما دے۔ نماز کے بعد تین مرتبہ "استغفر اللہ" کا جملہ رسول کریم علیہ السلام سے ثابت ہے۔ محدثین کہتے ہیں کہ آپ ایسا اس لئے کرتے

"نماز کا حق ادا نہیں ہوا اس لئے اے اللہ! میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں۔"

گویا امام الاولین، رسول معصوم نبی محترم کا یہ حال تھا کہ ہر وقت استغفار کی فکر فرماتے — باوجودیکہ ان کا رتبہ و مرتبہ بعد از خدا بزرگ توئی کا تھا — جب نبی کا یہ حال ہے تو امّت کے افراد کو اس کا کہیں زیادہ اہتمام ضروری ہے۔ حضور علیہ السلام نے استغفار کو گناہوں کے دھونے کا ذریعہ بنایا ہے اور فرمایا ہے کہ اس سے دل صاف ہو جاتے ہیں اور گناہوں کی سیاہی دھل جاتی ہے۔

استغفار کے لئے حضور علیہ السلام

(باقی ۲۷ پر)

باتیں اُن کی یاد رہیں گی — حضرت لاہوریؒ کے ارشاداتِ عالیہ کا مسلسل انتخاب

محبوبِ حقیقی (اللہ تعالےٰ) کی محبّت کا ثبوت

فقط تعظیم شعائر اللہ سے ملتا ہے

برادرانِ اسلام! اللہ تعالےٰ نے روزِ اوّل میں قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں سے اپنی ربوبیت کا اقرار کرایا تھا۔

ترجمہ: اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان کی جانوں پر اقرار کرایا۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا ہاں ہے۔ ہم اقرار کرتے ہیں کبھی قیامت کے دن کہنے لگو کہ ہمیں تو اس کی خبر نہ تھی۔ یا کہنے لگو کہ ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے شرک کیا تھا۔ اور ہم ان کے بعد ان کی اولاد تھے کیا تو ہمیں اس کام پر ہلاک کرتا ہے جو گمراہوں نے کیا۔" (سورۃ الاعراف ع ۲۲ پ ۹)

اس وعدہ کا اثر۔

ہر انسان کے دل میں ہے

ان مذہبی انسانوں کو جانے دیجئے۔ جن میں مذہب کی طرف دعوت دینے والے پائے جاتے ہیں۔ مثلاً یہود، نصاریٰ، ہنود وغیرہ۔ ان کے علاوہ دوسری قومیں جن میں مذہب کا نام و نشان بھی نہیں۔ مثلاً چمار یا پنجاب کی جرائم پیشہ قوم ساہنسی یا پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہنے والی قومیں جن کے ہاں کبھی کوئی معلم اسلام نہیں پہنچا۔ اُن کو آپ ایک ایسی ہستی کا ماننے والا پائیں گے جسے نہ انہوں نے نہ اُن کے باپ دادا نے کبھی دیکھا نہ کبھی اس کی آواز سُنی اور نہ اُسے کسی نے ہاتھ سے چھوا مگر انہیں یقین ہے کہ وہ ہے اگرچہ اس کا نام مختلف زبانوں میں مختلف لفظوں سے لیا جاتا ہے۔ جس طرح مہذب قوموں میں خدا یا اللہ کے نام سے اسے یاد کیا جاتا ہے۔

اس کے محبوب ہونے کا ثبوت

جسے دیکھا تک نہیں۔ مگر عقیدت کے لحاظ سے وہ محبوب بھی ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جن قوموں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے جن کے ہاں کوئی آسمانی کتاب نہیں ہے، جن کے ہاں کبھی ہدایت آسمانی کا پیغام نہیں پہنچا۔ ان میں بھی ایک چیز نظر آئے گی کہ جو شخص تارک الدنیا ہو جائے اور اپنی سمجھ کے مطابق اپنے رب کی یاد میں محو ہو جائے ہر قوم ایسے لوگوں کا بڑا احترام کرتی ہے۔ انہیں پنجاب میں "سائیں لوک" کہا جاتا ہے اور ان کی خدمت کرنا بڑی نیکی خیال کرتے ہیں۔ معلوم ہُوا کہ اصل میں محبوب اللہ تعالےٰ ہی ہے۔ پھر جو اس کا ہو کر رہے وہ بھی اس کی نسبت سے محبوب ہو جاتا ہے۔

محبوب کے متعلقات بھی محبوب ہوتے ہیں

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ محبوب کی مخصوص چیزیں بھی محبوب ہی

ہوتی ہیں۔ مثلاً بچہ اپنی ماں کو محبوب ہوتا ہے پھر آپ دیکھتے ہیں کہ ماں بچے کی ہر چیز کو کس محبت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ اس کے میلے کچیلے کپڑے کس محبت سے دھوتی ہے۔ پھر کس طرح تہ کر کے ٹرنک میں رکھتی ہے۔ جب ایک جوڑا میلا ہو جاتا ہے تو اس شیر خوار بچے کو کس طرح پہلا اتار کر دوسرا محبت سے پہناتی ہے جب ذرا بڑا ہو جائے تو کس محبت سے اسے نہلا دھلا کر پاجامہ کرتہ پہناتی ہے پھر بڑی محبت سے اس کے سر پہ ٹوپی رکھتی ہے پھر کس محبت کے انداز سے اسے چھوٹا سا جوتا پہناتی ہے۔ ان سب خدمات میں ماں کو تکلیف محسوس نہیں ہوتی بلکہ اس خدمت سے اس کا دل باغ باغ ہوتا ہے۔

اسی آئینہ میں اپنا منہ دیکھ!

اے مسلمان! محبت کے مذکورۃ الصدر آئینہ میں اپنا منہ دیکھ لے۔ یہ تو تیرا دعوےٰ ہے کہ میرے دل میں اللہ تعالےٰ کی بڑی محبت ہے۔

شریعت محمدیہ کا فیصلہ یہی ہے کہ قیامت کے دن تو دیدارِ الٰہی سے مشرف کیا جائے گا۔ مگر دنیا میں تیرے لئے اس ذات پاک کا دیدار محال ہے۔ اور تو اور بلکہ خود سید المرسلین، خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بھی صحابہ کرام میں اختلاف ہے، کہ آپ کو دیدارِ الٰہی ہوا ہے یا نہیں۔ حدیث شریف میں ایک لفظ آیا ہے "نورانی اراہ" ابتداء اسلام میں حروف پہ زیر، زبر اور پیش نہیں لکھے جاتے تھے۔ اس لئے ہمارے اسلاف میں سے بعض محدثین تو فرماتے ہیں کہ یہ فقرہ اس طرح ہے نورٌ اِنّی اَرَاہُ" ترجمہ "(اللہ تعالےٰ) نور ہے بے شک میں نے اسے دیکھا ہے۔" اور بعض محدثین فرماتے ہیں یہ عبارت یوں ہے "نورہ اَنّٰی اَرَاہُ"۔ ترجمہ "(اللہ تعالےٰ) نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔"

حاصل دونوں قولوں میں اختلاف کا حاصل یہ ہے کہ سید المرسلین خاتم النبییّن علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اللہ تعالےٰ کو دیکھنے کا ثبوت یقینی نہیں ہے۔ اب مسلمان محبت الٰہی کا ثبوت فقط اسی صورت میں دے سکتا ہے کہ محبوبِ حقیقی کے ساتھ جن چیزوں کو خصوصی تعلق ہے۔ یعنی جو محض اسی کی ہیں۔ اور کسی کی نہیں۔ ان کے ساتھ محبت کی لَو لگائے اور محبت کا حق اس طریقہ سے ادا کرے جس طرح حضورِ انورؐ نے حق ادا کیا تھا۔ اللہ تعالےٰ سے خصوصی تعلق رکھنے والی چیزوں کو شریعت میں شعائر اللہ کہا جاتا ہے۔ اب شعائر اللہ کی تعظیم اللہ تعالیٰ کی تعظیم سمجھی جائے گی۔

امام الاولیاء والاتقیاء حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ کے باب "تعظیم شعائر اللہ" میں فرماتے ہیں —

"اعلم ان مبنی الشرائع علی تعظیم شعائر اللہ تعالےٰ والتقریب بہا الیہ تعالےٰ (ترجمہ) جان لے کہ شریعتوں کی بنیاد شعائر اللہ کی تعظیم پر رکھی گئی ہے۔ اور ان شعائر اللہ کے ذریعہ سے قرب الٰہی حاصل کرنے پر رکھی گئی ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ شعائر اللہ کی تعظیم سے انسان اللہ تعالےٰ کے قرب میں پہنچ سکتا ہے — جو شعائر اللہ کی تعظیم نہیں کرے گا "وہ اللہ تعالےٰ سے دور بلکہ مردود رہے گا۔"

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور



جلد ۲۹ • شمارہ ۳۰
۲۲ر ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ • ۲۷ر جنوری ۱۹۸۴ء

— رئیس الادارہ —
شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبیداللہ انور

— مجلس ادارت —
مولانا محمد اجمل قادری
محمد سعید الرحمٰن علوی
ظہیر میر ایم اے ایل ایل بی

اس شمارے میں

بدل اشتراک

سالانہ	ششماہی	سہ ماہی
-/۸۰	-/۴۵	-/۲۵

فی پرچہ -/۲ روپے

طابع: منہاج الدین صلاحی • مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور
ناشر: مولانا عبیداللہ انور
مقام: اندرون شیرانوالہ دروازہ، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہل علم و دانش کا فرض

قوم کو اندھیرے سے نکالیں

پیر علی محمد صاحب راشدی نے اپنی ایک تحریر میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ میں ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۹ء تک دہلی میں مقیم رہا اور اس کمیٹی سے بطور سیکرٹری وابستہ رہا جو پاکستان اسکیم بنا رہی تھی، اور ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۰ء تک میرا قیام لاہور میں رہا —— یہی وہ شہر ہے جس میں قرارداد پاکستان پیش ہو کر منظور ہوئی —— بقول راشدی صاحب اس سارے عرصہ میں مجھے اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ میں "سرکاری افسروں" کے تعاون سے اس اسکیم کے سلسلہ میں ضروری معلومات حاصل کروں اور ہو سکے تو ان افسران کی مدد سے فائدہ اٹھاؤں تاکہ لیگ کا اجلاس کامیاب ہو سکے۔

راشدی صاحب کہتے ہیں کہ سارے ہندوستان میں تین ایسے اعلیٰ افسر ملے جو اس نظریہ کے حامی تھے اور اس کی تبلیغ کرنے اور اسے پھیلانے میں مدد دے سکتے تھے یعنی جسٹس سر شاہ سلمان، غلام احمد پرویز اور خواجہ عبدالرحیم، ان کے علاوہ کسی مسلمان افسر نے ہماری کوئی مدد نہ کی بلکہ باقی لوگ پاکستان کے تخیل کا مضحکہ اڑاتے اور اس ڈر سے کہ ہندو اور انگریز ہم سے خفا نہ ہو جائیں اس راستے سے بھی نہ گذرتے جہاں ہم لوگ کام کر رہے تھے۔ (جنگ کراچی ۸ر نومبر ۱۹۶۹ء)

نظریہ پاکستان، تحریک پاکستان، اس کے مختلف مراحل وغیرہ کے معاملہ میں قوم ہنوز اندھیرے کا شکار ہے اور اس کے سامنے کوئی واضح بات نہیں آتی —— ۱۹۴۰ء کی قرارداد میں ایک ریاست کا مسئلہ تھا یا دو ریاستوں کا؟ یہی ابھی تک طے نہیں ہوا۔ بنگالی دانشوروں سے آگے بڑھ کر بعض دوسرے حضرات نے بھی اس بات کا ذکر کیا کہ

اس قرارداد میں دو ریاستوں کا ذکر تھا اور چونکہ مرکزی حکومت نے ان کے تقاضے پورے نہ کئے اس لئے بنگلہ دیش کا صدمہ ہمیں سہارنا پڑا۔

ادھر حالت یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ اسلامی ریاست ہمارا مطمح نظر تھا جبکہ راجہ صاحب محمود آباد جیسے سکّہ بند لیگی بزرگ فرماتے ہیں کہ لیگ کی مرکزی قیادت مسلم اسٹیٹ تو چاہتی تھی اسلامی نہیں، اس سلسلہ میں انہوں نے باقاعدہ ایک مفصّل اور طویل مضمون لکھا جو "تقسیم ہند" نامی ایک کتاب میں چھپا جو لندن سے طبع ہوئی۔ اس کتاب میں راجہ صاحب جیسے ۲۹ ذمہ دار حضرات کے مضامین شامل ہیں —— راجہ صاحب یہاں تک فرماتے ہیں کہ لیگ کے مرکزی رہنماؤں سے میں اس وجہ سے دور ہو گیا کہ میں اسلامی ریاست پر زور دیتا لیکن وہ مسلم ریاست کی بات کرتے حتیٰ کہ انہوں نے مجھے روک دیا کہ لیگ کے پلیٹ فارم سے اس قسم کے خیالات کا اظہار نہ کریں۔

راشدی صاحب کے ممدوح تین اعلیٰ افسران میں سے مسٹر پرویز صاحب بقید حیات ہیں —— قرآن پر خیر سے انحصار کے دعوے دار، حدیث و سنّتِ رسول ان کے نزدیک کوئی وقعت نہیں رکھتی، اقبال اور جناح کے بڑے مداح —— گوکہ اب اپنی ایک کتاب "حقیقت تصوف" میں اقبال کو بھی مجرم گردان چکے ہیں۔ اور ۱۱ر اگست ۱۹۴۷ء کی تقریر کے حوالہ سے جناح صاحب پر بھی بے احتیاطی کی تہمت لگا چکے ہیں، تاہم وہ مولانا مدنی اور ان جیسے اکابر سے بے حد غضبناک ہیں اور کسی نہ کسی انداز سے ہر ماہ ان پر چھینٹے برسانا ان کی فطرت ہے —— مولانا مدنی جیسے حضرات تو اتنے مظلوم ہیں کہ اب ان کے بعض نام لیوا بھی ان کی تائید و حمایت سے کچھ گریز کرنے لگے ہیں، گوکہ ہماری خواہش و تمنّا یہی ہے کہ صبح قیامت میں ہمارا حشر مدنی رح و لاہوری رح جیسے اکابر کے ساتھ ہو۔ اور ان کے علاوہ جسے جن سے پیار ہے وہ ان کے ساتھ سہی؟ ہمیں کیا اعتراض ہے؟

ہماری اصل گزارش یہ ہے کہ اب وقت آچکا ہے کہ حکومت یا اس طور کے ادارے اگر یہ کام نہیں کرسکتے یا بوجوہ نہیں کرنا چاہتے تو آزاد فضا میں بسنے والے اہل علم و دانش کی ایک کھیپ اجتماعی طور پر سر جوڑ کر ان مسائل پر بے لاگ تحقیق کرے کہ یہاں انگریز کیسے آیا؟ اس کے ظالمانہ اقتدار کو استحکام بخشنے والے عناصر کون تھے؟ اس کے اقتدار کے خلاف جد و جہد کن کن طبقات نے کی؟ اس کی واپسی کس طرح ممکن ہوئی؟ نظریہ و تحریک پاکستان کیا ہے؟ اس کے مختلف مراحل کیا ہیں اور پاکستان بن جانے کے بعد اس کی بربادی حتیٰ کہ اسے دو حصوں میں تقسیم کرنے کا باعث و ذمہ دار کون ہیں؟ اور مابقی پاکستان کی جڑیں کھوکھلی کرنے میں اب کون سے عناصر سرگرم عمل ہیں؟ ان سوالات کے واضح اور دو ٹوک جوابات تاریخی ریکارڈ کا بے لاگ تجزیہ کئے بغیر ممکن نہیں۔ اور اگر اہلِ علم و دانش نے رضا کارانہ طور پر اس خدمت کو سرانجام نہ دیا تو آنے والی نسلیں انہیں معاف نہ کریں گی اور وہ ہمیشہ کے لئے تاریخ کے اندھیروں میں گم ہو کر رہ جائیں گی —— اس لئے ایسے حضرات اس کا اہتمام کریں اور قوم کو اس اندھیرے سے نکالیں۔

علو ۲۴ر جنوری ۱۹۸۴ء

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : ادارہ

قرآن عزیز اور ذِکر کی اہمیّت

شیخ طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم

بعد از خطبہ مسنونہ :

محترم حضرات و معزز خواتین!

ہمارے اسلاف میں ایک بزرگ گذرے ہیں ابن قیمؒ، امام ہیں، بڑے درجے کے مصنف ہیں، خادم قرآن و سنت ہیں۔ مختلف موضوعات پر ان کی متعدد کتابیں ہیں، اونچے درجے کے اہل اللہ میں سے ہیں۔ ذکر، جس کے لئے ہم آپ اکٹھے ہوتے ہیں، اس کی عظمت و برکت پر انہوں نے بہت کچھ لکھا ہے —— ایک جگہ وہ فرماتے ہیں کہ قرآن عزیز جیسی مقدس کتاب میں ذکراللہ کی ترغیب و تاکید دس عنوانات کے تحت موجود ہے۔

پہلا عنوان یہ ہے کہ اہل ایمان کو بڑی تاکید سے اس کا حکم ہؤا جیسے سورۂ احزاب میں ہے:

"اے ایمان والو! اللہ کی بہت یاد کیا کرو۔ اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کرو۔"

دوسرا عنوان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھولنے اور اس کی یاد سے غافل ہونے کو سختی سے منع کیا گیا —— جیسے سورۂ اعراف میں ہے:۔

"اور نہ ہونا تم غفلت والوں میں سے"

اسی طرح سورۂ حشر میں ہے "ان میں سے نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا (تو اس کی پاداش میں) اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے نفس بھلا دئے"

تیسرا عنوان یہ ہے کہ کامیابی و فلاح کو کثرتِ ذکر کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا۔ سورۂ جمعہ میں ہے:۔

"کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو پھر تم فلاح و کامیابی کی امید قائم کرنے کے مستحق ہو"

چوتھا عنوان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ذکر کی تعریف کی اور ان کے ساتھ خصوصی مغفرت کا وعدہ فرمایا۔ سورۂ احزاب میں ہے

"کثرتِ سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے اللہ کے بندے۔ اور بندیاں (ایسی ہیں کہ) اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے تیار کر رکھی ہے خاص بخشش اور عظیم ثواب"

پانچواں عنوان یہ ہے کہ دنیا کی بہاروں میں مشغول و منہمک ہو جانے والے ناکام و نامراد ہیں —— سورۂ منافقون میں ہے:۔

"اے ایمان والو! تمہاری دولت و اولاد تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے ذکر سے غافل نہ کردے۔ جو لوگ اس غفلت میں مبتلا ہوں گے وہ بڑے نقصان میں رہیں گے"

چھٹا عنوان یہ ہے کہ جو بندے ہمیں یاد کریں گے ہم انہیں یاد کریں گے —— سبحان اللہ! کیسا عنوان ہے؟ سورۂ بقرہ میں ہے:

"تم مجھے یاد کرو میں تم کو

مولانا تاج محمود رح

کاپی پریس جانے والی تھی کہ حضرت مولانا تاج محمود رح رحمہ اللہ تعالےٰ کے سانحۂ ارتحال کی خبر نے ہمیں ہلا کر رکھ دیا۔ بھاگم بھاگ فیصل آباد پہنچے کہ آخری زیارت ہو سکے —— آئندہ ہفتہ ہم مولانا کے متعلق تفصیل سے لکھیں گے، ربّ العزت ان کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔

غمزدہ : علوی

یاد رکھوں گا اور میرا احسان مانو اور ناشکری نہ کرو۔"

ساتواں عنوان یہ ہے۔ کہ ذکر ہر چیز کے مقابلہ میں فائق و برتر ہے —— سورۂ عنکبوت میں ہے :۔

"یقین کرو کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر چیز سے بزرگ تو ہے۔"

آٹھواں عنوان یہ ہے کہ اونچے درجہ کے اعمال کے اختتام پر ذکر ہو گویا ان اعمال کا خاتمہ ذکر پر ہو، سورۂ نساء میں نماز کے متعلق ہے :۔

"جب تم نماز ادا کر لو تو اللہ کا ذکر کرو کھڑے بیٹھے اور اپنے پہلوؤں کے بل لیٹے"۔

جمعہ کے متعلق سورۂ جمعہ میں ہے کہ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر اللہ کا خوب ذکر کرو۔ اور حج کے متعلق البقرہ میں ہے مناسک سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرو اس سے کہیں بڑھ کر جو اپنے باپ دادا کا کرتے ہو"۔

نواں عنوان یہ ہے کہ عقل و دانش انہی کا مقدّر ہوتی ہے جو ذاکر ہوتے ہیں —— سورۂ آل عمران میں ہے :۔

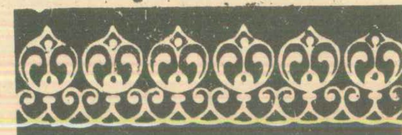
"زمین و آسمان کی تخلیق اور رات دن کے بدلنے میں ارباب دانش کے لئے نشانیاں ہیں، ارباب دانش وہ ہیں جو کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں"۔

اور دسواں عنوان یہ ہے کہ بڑے اعمال کی روح ذکر ہے نماز کے متعلق سورۂ طٰہٰ میں ہے میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔ حج کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ طواف، سعی، رمی، وغیرہ سب اللہ کے ذکر کے لئے مقرر ہوئی ہیں۔

جہاد کے لئے سورہ انفال میں ہے کہ دشمن سے مقابلہ ہو تو جم کر لڑو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو۔ اور حدیث قدسی ہے کہ میرا مکمل بندہ وہ ہے جو مقابلہ کے وقت مجھے یاد رکھے۔

یہ دس عنوان ہیں جن سے ذکر کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے اسی پہ اکتفا کرتے ہوئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت اپنی یاد کی توفیق سے نوازے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!



خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

ستر و پردہ —— اسلام کی معاشرتی زندگی کا لازمی حصّہ

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بعد از خطبہ مسنونہ :۔

محترم حضرات و معزز خواتین! انسان کو جو معاشرت اسلام نے سکھائی ہے اس میں ستر اور پردہ کو خاص اہمیت حاصل ہے ایک انسان باقی حیوانات سے جن خصائص کے سبب الگ اور ممتاز ہوتا ہے ان میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے۔

دوسرے حیوانات کو آپ دیکھیں کہ ان میں شرم و حیا کا مادہ اللہ رب العزت نے رکھا ہی نہیں لیکن یہ مادہ انسان کی فطرت میں باقاعدہ ودیعت کیا گیا ہے پھر یہ بات بھی ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ جس طرح انسان باقی حیوانات سے ممتاز ہے۔ اس طرح خود انسانی برادری میں مرد کے مقابلہ میں اس خصوصیت کے اعتبار سے عورت ممتاز ہے اس کی بڑی وجہ واضح ہے کہ خلّاق فطرت نے عورت کی جسمانی ساخت اس طرح کی بنائی ہے جو مردوں سے کہیں زیادہ فتنوں کا باعث بن سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں حیا کا مادہ زیادہ ہے۔ سوسائٹی کا بگاڑ جس طرح معصوم فطرت بچہ کو کفر کی آغوش میں لے جاتا ہے اسی طرح معاشرہ کی بے قید آزادی عورت سے اس کا حسن و حیاء اور شرم و پردہ چھین کر بیحیائی کی طرف لے جاتی ہے جس کے بعد عورت عورت نہیں رہتی۔

قرآن اور پردہ

سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ذکر قرآن عزیز میں کئی مقامات پر ہے۔ سورہ اعراف کا ابتدائی حصہ بھی اسی قصہ پر مشتمل ہے۔ وہاں لباس اور لباس تقویٰ کا ذکر کرنے کے بعد تنبیہ کر دی گئی ہے کہ شیطان اس معاملہ میں تمہیں اغوا کر سکتا ہے اس کے حملہ سے بچنا۔ وہ بہرحال کوشش کرے گا کہ تمہیں ننگا کر کے انسانیت کی سطح سے گرا دے اور ایک بے قید حیوان بنا دے۔

اس کے بعد سورۂ نور اور سورۂ احزاب میں غور فرمائیں جو دونوں ہی مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں وہاں اتنی باتیں فرمائی گئیں۔ کہ ان کے بعد کوئی صحیح الفطرت انسان بے راہروی کا ارتکاب نہیں کر سکتا —— فرمایا گیا کہ :۔

"عورتوں کا اصل ٹھکانہ اور ان کی صحیح جگہ اپنا گھر ہے۔ بے ضرورت سیر و سیاحت یا اپنی نمائش کے لئے وہ گھروں سے باہر نہ نکلیں۔ اور اگر نکلیں (جس کی بوقت ضرورت اجازت ہے) تو پورے پردے والا لباس پہن کر اور اوڑھ کر نکلیں —— اللہ رب العزت نے گھروں میں شوہروں کے علاوہ گھر کے دوسرے لوگوں، آنے جانے والے عزیزوں اور اقرباء کے سامنے لباس اور پردے کے بارہ میں حدود مقرر فرما دیں

اور ان کی پابندی کا سختی سے حکم دیا ــــ ادھر مردوں کو فرمایا کہ تمہارے اہل قرابت ہوں یا اہل تعلق، ان کے گھروں میں بلا اجازت اور بغیر اطلاع اچانک مت جائیں اور نہ ہی مرد عورتوں کو اور عورتیں مردوں کو دیکھنے اور تاکنے جھانکنے کی کوشش کریں بلکہ سامنا ہونے پر نگاہیں نیچی کر لیں۔"

قرآن عزیز کے ان واضح اشارات اور اصولی ہدایات کے بعد حضور نبی مکرم، رحمت دو عالم علیہ السلام کے چند ارشادات اس معاملہ میں پیش کرنے ضروری ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ جس ذاتِ امیؐ پر قرآن نازل ہوا اور جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا بیان کرنے والا فرمایا، اس نے کیا سمجھا، کیا ہدایات دیں اور امت کو کس رُخ پر چلایا ــــ

اس سے دورِ جدید کے دانشور، مفکّر اور بے قید ریسرچ سکالر جنہیں مادر پدر آزاد اجتہاد کا بڑا شوق ہے، ان کے پھیلائے ہوئے شکوک بھی رفع ہوں گے اور کیا عجب کہ وہ بھی حق کی طرف پلٹ آئیں۔

ضروری ستر

حضرت جرھد بن خویلد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ایک روایت جامع ترمذی اور سنن ابی داؤد میں ہے جس میں ضروری ستر کا ذکر ہے۔ ارشاد ہوا کہ:

"کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ران بھی ستر میں شامل ہے۔"

اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے انہیں ہدایت کی کہ:-

"اے علی! اپنی ران نہ کھولو اور کسی زندہ یا مردہ کی ران کی طرف مت دیکھو۔"

اور ابو سعید خدریؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت ہے کہ مرد کو مرد اور عورت کو عورت کا ستر دیکھنے سے بھی منع فرمایا (مسلم)

گویا مرد عورت آپس میں ہی نہیں بلکہ مرد مرد اور عورت عورت آپس میں بھی ایسا نہ کریں کہ یہ چھپانے کی جگہ ہے، اس کا کھولنا بدترین قسم کی بداخلاقی اور فاسقانہ عمل ہے۔

تنہائی اور ستر

ایک شخص کسی وقت بالکل تنہا ہے اس وقت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:-

"لوگو! تنہا ہو تب بھی برہنہ نہ ہو کہ تمہارے ساتھ فرشتے رہتے ہیں جو کسی وقت جدا نہیں ہوتے۔ ان کا احترام کرو۔ ہاں قضائے حاجت اور میاں بیوی کی باہم صحبت کے وقت ایسا کر سکتے ہیں۔"

(ترمذی، ابن داؤد، ابن ماجہ)

اور ایک روایت میں ہے کہ جب کسی نے تنہائی کا سوال کیا تو فرمایا کہ اللہ تعالےٰ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ ان سے شرم کی جائے۔

(جامع ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

عورت کا باہر نکلنا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ عورت تو چھپانے کی چیز ہے۔ وہ باہر نکلی اور نشانہ بنی۔ نشانہ بنانے والے اور تاکنے والے شیطان ہوتے ہیں (ترمذی)

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ "دیکھنے والے پر اور جس کو دیکھا گیا، دونوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے۔ (بیہقی)

اچانک نگاہ کا حکم

ایک صاحب نے اچانک نظر کا پوچھا تو فرمایا کہ فوراً پھیر لو (مسلم) اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فرمایا کہ نامحرم پر نظر پڑ جائے تو دوبارہ نظر نہ کرو۔ پہلی جو اچانک پڑ گئی وہ تو معاف ہے دوسری پر مواخذہ ہوگا۔ (احمد، ترمذی اور ابی داؤد)

اور مسند احمد کی روایت ہے کہ جس کی نظر پہلی مرتبہ اچانک پڑی وہ فوراً نگاہ نیچی کرے۔ ایسے شخص کو ایسی عبادت نصیب ہوگی جس کی لذّت و حلاوت وہ خوب محسوس کرے گا۔

نامحرم سے اختلاط

ترمذی شریف میں خلیفہ راشد حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ کی روایت ہے:- کہ

"نامحرم آدمی کسی عورت سے تنہائی میں ملے تو تیسرا شیطان ہوتا ہے (ایسا ممکن نہیں کہ آدمی کم سے کم گناہ سے بچ جائے، اس لئے اس سے سختی سے بچو)

کسی نے شوہر کے قریبی رشتہ داروں کے متعلق سوال کیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ تو بالکل موت اور ہلاکت ہے۔

(بخاری و مسلم)

اور ترمذی میں ہے کہ جن عورتوں کے خاوند گھروں میں نہ ہوں ان کے پاس مت جاؤ کیونکہ شیطانوں کے اثرات اس طرح جاری رہتے ہیں جس طرح رگوں میں خون۔ اور خود حضور علیہ السلام نے اپنی ذات کے متعلق فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے مجھے محفوظ رکھا لیکن حفاظت کے باوجود آپ اس سے سختی سے احتراز فرماتے حالانکہ آپؐ نبی و معصوم تھے۔ امت کے روحانی و قرآنی باپ تھے لیکن امت کی ہدایت و تعلیم کی غرض سے آپ نے سخت احتیاط برتی۔ نہ خود غیر محرم عورتوں کے پاس بغیر حجاب تشریف لے گئے نہ اپنی ازواج مطہرات کی موجودگی میں کسی کو آنے دیا۔ حتیٰ کہ نابینا صحابی کی آمد پر بھی ازواج مطہرات کو پردہ میں کر دیا۔

قرآن و سنت کی اس تعلیم کے نتیجہ میں اخلاق، کردار، شرم، حیا سب قائم رہتے ہیں اور جب یہ حدود پامال ہوں اور تہذیب فرنگ سرایت کر جائے تو پھر عورت عورت نہیں رہتی وہ ایک ایسی بے مہر چیز بن جاتی ہے جو کسی وقت بھی خاوند کا گھر اجاڑ سکتی اور اس کی زندگی تک ٹھکانے لگا سکتی ہے اس لئے اختلاط کا قصہ چاہے دفاتر میں ہو چاہے تعلیمی اداروں میں، خانقاہوں اور مزارات پر ہو یا بازاروں میں، اس پر کنٹرول اور اسے ختم کرنا بے حد ضروری ہے ورنہ نسل کے بگاڑ اور بداخلاقی کے پھیلاؤ کے بڑے اثرات سے ہم بچ نہ سکیں گے۔

بقیہ: تعارف و تبصرہ

ہے اور طباعت و تجلید ہے تو وہ اپنی مثال آپ اور قیمت محض ۴۰/- روپے جو اس بات کی غماز ہے کہ انجمن دروس القرآن۔ کے پیش نظر خدمت دین ہے، مالی منفعت مقصود نہیں۔

آج کل ہماری مساجد میں حق کی آواز کم بلند ہوتی ہے، فرقہ وارانہ جھگڑے اور فساد زیادہ ہوتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہمارے خطبا اور ائمہ درس قرآن سے پہلو تہی کرتے ہیں یصوفی صاحب قبلہ اور ان کے رفقار کی یہ کاوش ایسے حضرات کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے وہ اگر قدیم و جدید تفاسیر سے براہ راست استفادہ نہیں کر سکتے تو اس مجموعہ سے بھرپور فائدہ حاصل کر سکتے ہیں علمار، طلبار، وکلا، تجار الغرض ہر وہ مسلمان جو کتاب الٰہی کے معارف سے فائدہ حاصل کرنے کی قلبی خواہش رکھتا ہے۔ اس کے لئے یہ کتاب ایک ایسا خزینہ ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد انشاء اللہ کوئی تشنگی باقی نہ رہے گی۔ رب العزت صاحب درس، مرتّب، ناشرین و معاونین سب کو اپنی رحمتوں سے نوازے، ہمت و حوصلہ دے اور اس کام کی تکمیل کی توفیق دے۔

ہمدردانِ دارالعلوم کے نمائندہ اجتماع منعقدہ ۲۷، ۲۸ نومبر ۱۹۸۳ء میں منظور شدہ تجاویز

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ دارالعلوم دیوبند اپنی زریں روایات اور منفرد خصوصیات کے ساتھ تعلیمی وتدریسی خدمات میں مصروف ہے۔ بہتر سے بہتر اساتذہ طلباء کی تعلیم وتربیت میں مصروف عمل ہیں، طلبہ کی تعداد پہلے کے اعتبار سے دوگنی سے زائد ہے۔ اور انہیں ہر طرح سے سہولیات پہنچائی جا رہی ہیں، ضرورت کے مطابق تعمیرات کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ غرضیکہ دارالعلوم کی فلاح وبہبود کے لئے جن امور کی ضرورت ہے وہ سب سرانجام دئے جارہے ہیں۔ لیکن بایں ہمہ بعض حلقوں کی جانب سے مخالفانہ پروپیگنڈے کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔ جس کے اثرات کو ختم کرنے کے لئے مجلس شوریٰ نے مناسب سمجھا کہ بہی خواہان و ہمدردان دارالعلوم سے درخواست کی جائے کہ وہ خود یہاں تشریف لاکر بچشم خود دارالعلوم اور اس کی کارکردگی کا مکمل طور پر جائزہ لیں۔ چونکہ دارالعلوم کا حلقۂ ہمدردان بہت وسیع ہے، جس کا شمار بھی مشکل ہے، اس لئے یہ بھی طے کیا کہ ہر صوبہ سے وہاں کے منتخب اور نمایاں حضرات کو دعوت دی جائے چنانچہ اس تجویز کے مطابق ۲۷، ۲۸ نومبر ۸۳ء مطابق ۲۱، ۲۲ صفر ۱۴۰۴ھ کو نمائندوں کا یہ اجتماع منعقد ہوا۔ جس میں ملک کے تقریباً ہر صوبے کے مندوبین بڑی تعداد میں شریک ہوئے، اور انہوں نے دارالعلوم کے جملہ شعبوں کا بنظر غائر معائنہ فرما کر حسب ذیل تجویزیں متفقہ طور پر منظور کیں۔

تجویز ۱

ہمدردان دارالعلوم دیوبند کا یہ اجتماع اس بات پر اظہار مسرت کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ دارالعلوم کی مجلس شوریٰ اور اس کے منتظمین نے یہ اہم اور عظیم الشان نمائندہ اجتماع بلاکر ہم کو یہ موقع دیا کہ ہم دارالعلوم اور اس کے تمام شعبوں اور ان کی کارکردگی کا بچشم خود معائنہ کریں اور طلبہ اور اساتذہ سے ملاقات کرکے یہاں کے تعلیمی اور انتظامی حالات کا مکمل جائزہ لیں۔

چنانچہ یہاں کے دو روزہ قیام میں یہ دیکھ کر کافی اطمینان اور قلبی مسرت ہوئی کہ آجکل چوبیس سو سے زائد طلبہ زیر تعلیم ہیں جن میں سے ڈیڑھ ہزار طلبہ کو منجانب دارالعلوم مکمل امداد دی جا رہی ہے۔

تعلیم کا سلسلہ خاطر خواہ طور پر جاری ہے۔ مطبخ میں کھانے کا انتظام اس ہوشربا گرانی کے باوجود پہلے کے مقابلہ پر کافی بلند ہے۔ مدرسہ کا عام اہتمام ونظام، طلبہ و اساتذہ کا احساس فرض شناسی، ان کا باہمی اتحاد و اشتراک عمل وہ چیزیں ہیں جو ہمیں نمایاں اور صاف طور پر نظر آئیں۔ جن پر ہم خدا کا ہزار ہزار شکر ادا کرتے ہیں۔

ان خوش کن اور اطمینان بخش حالات کی بنا پر ہمیں قوی امید ہے کہ دارالعلوم اور اس کے کارکنوں کے متعلق بعض حلقوں کی طرف سے وقتاً فوقتاً خلاف واقعہ باتیں اور ان کی بنیاد پر مخالفانہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے، مسلمان اس کا کوئی اثر قبول نہیں کریں گے۔ اور حسب سابق دارالعلوم کی امداد و اعانت کرتے رہیں گے، بلکہ دارالعلوم کے نئے ترقیاتی اقدامات کو دیکھتے ہوئے اس میں بیش از بیش اضافہ کریں گے۔

تجویز ۲

ہمدردان دارالعلوم کے اس نمائندہ اجتماع نے اس امر کو مسرت اور اُمنگ سے دیکھا کہ دارالعلوم کی مجلس شوریٰ نے سال رواں کے لئے اکیاون لاکھ روپے کا حوصلہ مندانہ بجٹ منظور کیا ہے اور ساتھ ہی ایک نہایت اہم اور ضروری ترقیاتی منصوبے کی منظوری بھی دی ہے۔ اس منصوبے کے اہم اجزا حسب ذیل ہیں:

۱۔ ایک عظیم الشان اور وسیع مسجد کی تعمیر، کیونکہ طلبہ کی روز افزوں کثرتِ تعداد کے باعث موجودہ مسجد کی عمارت ناکافی ہوگئی ہے۔ پنج وقتہ نمازوں کے لئے طلبہ کو آس پاس کی مسجدوں میں جانا پڑتا ہے جمعہ یا عیدین کی نماز تو ہو ہی نہیں سکتی۔ اس مجوزہ مسجد کا نقشہ ایک نہایت قابل انجینئر سے بنوا لیا گیا ہے۔ اندازہ یہ ہے کہ اس مسجد کی تعمیر پر کم وبیش نوے لاکھ روپے خرچ ہوں گے۔

۲۔ ایک دارالتربیت: عرصہ سے اس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی اور ممالک غیر کے دیندار مسلمانوں کا تقاضا اور مطالبہ بھی تھا کہ دارالعلوم میں ایک ایسا دارالتربیت قائم کیا جائے۔ جس میں ان کے بچے اپنے معیار زندگی کے مطابق رہیں۔ اور ساتھ ہی ان کی دینی، اصلاحی اور اخلاقی تعلیم وتربیت کا خاطر خواہ انتظام ہو۔

۳۔ دارالعلوم کالونی: آج کل شہر میں مکان کرایہ پر ملتے نہیں ہیں۔ اور اگر اِکا دُکا کوئی مکان مل بھی جائے تو مدرسہ سے دُور ہونے کے علاوہ اس کا کرایہ دارالعلوم کے کارکن کے لئے ادا کرنا ناقابل برداشت ہے۔ اس صورتِ حال کے باعث اساتذہ و دیگر عملہ کی ایک بہت بڑی تعداد اپنے اہل وعیال سے دور مدرسہ کے حجروں میں مسافرانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔ اس بنا پر اس سال مجلس شوریٰ نے دارالعلوم کالونی کے لئے سردست بیس مکانوں کی تعمیر منظور کی ہے۔

۴۔ رواق خالد: رواق خالد کے نام سے گذشتہ سال مجلس دارالاقامہ کی ایک منزل تعمیر ہوئی تھی اب طلبہ کی کثرت تعداد کے باعث ناکافی ثابت ہو رہی ہے، اس بنا پر سخت اور فوری ضرورت ہے کہ اس دارالاقامہ کی دو بالائی منزلوں کی تعمیر جلد از جلد مکمل کرائی جائے۔

نمائندہ اجتماع اس ترقیاتی منصوبے کو بنظر استحسان دیکھتا اور دارالعلوم کی اسے ایک اہم ضرورت تسلیم کرتا ہے اور ارباب خیر مسلمانوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اس ترقیاتی منصوبے کو باحسن وجوہ کامیاب بنانے میں بقدر استطاعت جدوجہد کریں۔

تجویز ۳

ہمدردان دارالعلوم کا یہ نمائندہ اجتماع اس بات پر اپنے قلبی رنج وغم اور افسوس کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا اب جبکہ دارالعلوم دیوبند اپنی سابقہ روایات کے ساتھ حسب معمول مصروف عمل ہے۔ اور اب وہاں کوئی خدشہ اور کوئی قابل تشویش وتردد امر نہیں ہے اب بھی وہ چند دو چند مقدمات کے بارگراں کے نیچے دبا ہوا ہے۔ یہ مقدمات ان تمام مسلمانوں کے لئے ننگ و عار ہیں۔ اور حد درجہ اذیت قلبی کا باعث ہیں جو دین قیم اور اس کے حاملین کرام کے عزت و وقار کو دل اور جان سے زیادہ عزیز سمجھتے ہیں۔ قوی امید تھی کہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کے بعد گذشتہ اختلافات کی یہ علامت بد جو دارالعلوم دیوبند کی روشن پیشانی پر کلینک کا ٹیکہ تھی ختم ہو جائے گی، لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہوا۔

یہ نمائندہ اجتماع ان تمام حضرات سے جو، اب بھی مقدمات کے جاری رکھنے کے حق میں ہیں، درخواست کرتا ہے کہ وہ ان مقدمات کو ختم کرکے دارالعلوم کی فضا کو مکمل طور پر پرسکون بنانے کی کوشش کریں۔ اس میں صرف دارالعلوم کا فائدہ نہیں ہے بلکہ ان سب حضرات کا بھی فائدہ ہے، جو ان مقدمات سے وابستگی رکھتے ہیں۔

تجویز ۴

ہمدردان وبہی خوان دارالعلوم کا یہ نمائندہ اجتماع اس حقیقت کا اعلان ضروری

سمجھتا ہے کہ دارالعلوم کے قریبی گذشتہ بحرانی دور میں مظلوم طلباء دارالعلوم دیوبند کی باشندگان دیوبند نے ہر طرح کی مدد فرمائی بالخصوص جبکہ پولیس کے ذریعہ دارالعلوم سے طلبہ کو نکال دیا گیا تھا اور یہ طلبہ حیران و پریشان تھے کہ وہ اس بے بسی کے عالم میں کہاں جائیں؟

اس نازک موقع پر باشندگان دیوبند نے آگے بڑھ کر طلبہ عزیز کا استقبال کیا، اور ان کے قیام وطعام کا پورا پورا انتظام کیا۔ یہ امداد نہایت بروقت تھی باشندگان کا اس امداد کے لئے جس قدر شکریہ ادا کیا جائے کم ہوگا۔

یہ نمائندہ اجتماع باشندگان دیوبند کا اس امداد کے لئے شکر گزار ہے، اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اور جملہ معاونین کو دارین میں جزاء خیر عطا فرمائے۔ آمین

تجاویز تعزیت ۵، ۶،

ہمدردان دارالعلوم کا یہ نمائندہ اجتماع دارالعلوم کے سابق مہتمم اور برصغیر کے ممتاز و بلند پایہ عالم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے حادثۂ وفات حسرت آیات پر انتہائی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے۔

مرحوم ومغفور کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے محاسن ومناقب اور فضائل و مکارم سے نوازا تھا۔ علوم ظاہری میں وہ امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے مایۂ ناز تلمیذ تھے، اور علوم باطنی میں ان کو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ جیسے عظیم المرتبت شیخ کی خلافت حاصل تھی۔

حضرت قاری صاحبؒ نے دارالعلوم دیوبند میں نصف صدی کے طویل عرصہ تک اس عظیم ادارہ کے فرائض اہتمام سے انجام دئے۔ خوش قسمتی سے ان کو اس دور میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور حضرت شیخ التفسیر مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ کی رفاقت کا فخر حاصل تھا۔ اور ان کے دوش بدوش انہوں نے دارالعلوم کی شہرت وعظمت کو چار چاند لگائے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں حسن خطابت کی بے بہا دولت سے نوازا تھا اپنے جد امجد حضرت نانوتویؒ کے علوم حکمیہ پر ان کی گہری نظر تھی، اور ان کی نہایت دلنشین تشریح فرماتے تھے۔

علوم ظاہری و باطنی کے علاوہ اللہ نے ان کو حسن صورت وحسن سیرت کے محاسن سے بھی نوازا تھا، محبت وشفقت، شیریں زبانی، دلجوئی، اور انسانیت ومروت کے جذبات سے انہیں بھرپور طور پر نوازا گیا تھا۔

بلاشبہ حضرت قاری صاحب کا انتقال ملت اسلامیہ کا عموماً اور حلقۂ دارالعلوم کا خصوصاً ناقابل تلافی نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں مقام عالی عطا فرمائے، اپنے صالح اور مقرب بندوں کے زمرے میں شامل کرے۔ اور ان کے اہل خاندان بالخصوص تینوں صاحبزادگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ کاملۃ شاملۃ۔

تجویز تعزیت مولانا شمس الحق افغانیؒ

یہ نمائندہ اجتماع حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانی کے ارتحال پُرملال پر بھی اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت علامہ مرحوم دارالعلوم کے نہایت قابل وفاضل فرزند تھے۔ اور بعد میں کئی سال یہیں رہ کر اپنے اساتذہ کی نگرانی میں تبلیغی وتدریسی خدمات بھی انجام دیں۔ یہاں سے رخصت ہو کر وہ مختلف مدارس میں بحیثیت صدر مدرس اور شیخ الحدیث کے تفسیر وحدیث کی تدریس میں بھی مصروف رہے۔

پھر ریاست قلات میں وزیر تعلیم بنا دئے گئے اور سالہا سال تک اس منصب پر فائز رہے۔ اور پوری ریاست میں علوم دینیہ کی نشر واشاعت اور ان کی تعلیم وتدریس کا بہترین نظم قائم کر دیا۔ پھر اس اہم ترین عہدہ سے محض جذبۂ دینی کی بنیاد پر الگ ہو کر تعلیم وتدریس اور تبلیغ دین میں لگ گئے۔

مولانا مرحوم ایک بہترین مصنف، بلند پایہ محقق، اور اعلیٰ درجہ کے مناظر وخطیب تھے۔ ان ظاہری علوم وفضائل کے علاوہ سلوک وتصوف اور ارشاد واحسان میں بھی بلند مقام کے مالک تھے۔ اس قحط الرجال میں علامہ افغانی مرحوم جیسے جامع صفات عالم کی رحلت سے

(باقی ص ۱۸ پر)

نشریہ ریڈیو پاکستان ۱۵؍۱؍۸۴

محمد سعید الرحمٰن علوی

پڑوسی کے حقوق

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم لا یدخل الجنۃ من لا یامن جارہ بوائقہ۔

حضور نبی مکرم رحمت دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کی مدنی زندگی کے مستقل خادم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت پڑوسی کے حقوق سلسلہ میں ائمہ حدیث نے نقل کی ہے اور اسی پر انحصار نہیں آپ سے اس ضمن میں اور بھی متعدد روایات منقول ہیں حتیٰ کہ قرآن عزیز کی سورۂ نساء کی آیت ۳۶ میں جن طبقات کے ساتھ خصوصی حسن سلوک کا حکم ہے ان میں دونوں قسم کے ہمسایہ یعنی رشتہ دار اور غیر رشتہ دار کا ذکر ہے۔ اور اس آیت کے آخر میں ہے۔

تحقیق اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے اور بڑائی مارنے کو دوست نہیں رکھتا۔

جس کا مفہوم یہ ہے کہ پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک نہ کرنے والا ایک طرح کا متکبر اور مغرور ہے جو اللہ تعالیٰ کی دوستی سے محروم رہتا ہے۔

اس حدیث کا ترجمہ ہے۔ کہ وہ آدمی جنت میں داخل نہ ہو سکے گا جس کی شرارتوں اور ایذا رسانیوں سے اس کے پڑوسی مامون نہ ہوں۔

اس حدیث پاک کی تائید میں چند اور ارشادات بھی نقل کرنے ضروری ہیں جن میں حضور قائدنا الاعظم الاکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم نے مختلف انداز سے اس اہم ترین معاشرتی مسئلہ کا ذکر فرمایا ہے —— ایک مسلمان اپنی پوری زندگی میں اللہ تعالیٰ کے احکامات اور محمد کریم علیہ السلام کے ارشادات کا پابند ہے اسے ادخلوا فی السلم کافۃ کا حکم ہے اور سورۂ بقرہ میں کتاب الٰہی کے بعض حصوں کو تسلیم کرنا اور بعض حصوں کو نظر انداز کر دینا یہود کی صفت بتلائی گئی ہے —— مسلمان اور حقیقی مسلمان وہ ہے جو عقائد واعمال سے لے کر معاشرت ومعاملات تک ہر معاملہ میں ہدایات ربانی کو سامنے رکھے۔

تو پڑوسی کا سلسلہ ہماری معاشرت کا اہم حصہ ہے، اس لئے حضور علیہ السلام کے ارشادات کا ایک جائزہ اس معاملہ میں ضروری ہے —— ایک حدیث کا متن وترجمہ آپ نے سن لیا مزید سماعت فرمائیں۔

امت کی اماں جان مخدومۂ کائنات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مشترکہ روایت ہے جس کو حضرت امام بخاری اور امام مسلم نے نقل کیا حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

(اللہ تعالیٰ کے خاص قاصد) حضرت جبرئیل امین علیہ السلام، اللہ رب العزت کی طرف سے پڑوسی کے حقوق کے بارے میں مجھے مسلسل وصیت اور تاکید فرماتے رہے، حتیٰ کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ پڑوسی کو وہ وارث قرار دے دیں گے۔

ایک انسان کی متروکہ وغیر متروکہ جائیداد کے وارث اس کے والدین، اولاد، بیوی اور اس طرح کے قریبی اعزہ ہوتے ہیں۔ لیکن اللہ رب العزت پڑوسی کے معاملہ میں اس طرح تاکید در تاکید فرمانے لگے کہ ہمسایہ کے ورثاء کی فہرست میں شامل ہونے کا خیال پیدا ہوگیا۔

گو کہ اسے اس فہرست میں شامل نہ کیا گیا لیکن اس کے حقوق کی اہمیت کا اندازہ اس روایت سے بخوبی ممکن ہے حضرت عبدالرحمن بن قراد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی ایک روایت امام بیہقی قدس سرہٗ نے شعب الایمان میں نقل کی کہ سرکار دوعالم فداہ روحنا وانفسنا صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم وضو فرما رہے تھے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ کے اعضاء مبارکہ سے لگ کر الگ ہونے والا پانی سمیٹ سمیٹ کر اپنے منہ اور جسم پر مل رہے تھے کہ حضور علیہ السلام نے اس انداز فدائیت کی وجہ پوچھی تو صحابہ گویا ہوئے کہ ایسا محض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کے لئے ہم کر رہے ہیں اس پر آپ نے فرمایا:

جو یہ چاہتا ہے کہ اسے اللہ اور اس کے رسول کی محبت وچاہت نصیب ہو تو وہ تین کام کرے اور اس طرح کہ ان کا بھرپور اہتمام و التزام کرے۔۔۔ وہ تین کام ہیں:

فَلْيَصْدُقْ حَدِيثَهٗ اِذَا حَدَّثَ وَلْيُؤَدِّ اَمَانَتَهٗ اِذَا ائْتُمِنَ وَلْيُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَهٗ۔

جب بات کرے سچ بولے، کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو اس کو امانت داری کے ساتھ ادا کرے اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

حضرت ابو شریح العدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو حضرات شیخین بخاری ومسلم نے نقل کیا جس میں حضرت ابو شریحؓ فرماتے ہیں کہ میری آنکھیں سرکار مدینہ کے جمال جہاں آرا کو اس وقت خوب دیکھ رہی تھیں جب آپ یوں فرما رہے تھے کہ جس کا اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان ہے تو وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اکرام کا معاملہ کرے، مہمان کا اکرام کرے اور تیسری بات یہ کہ بولنا ہے تو منہ سے اچھی بات کہے ورنہ چپ رہے۔

اور پڑوسی کے معاملہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت تو بے حد قابل غور وتوجہ ہے۔۔۔ جس میں حضرت صادق ومصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم نے تین مرتبہ یہ جملہ دہرایا کہ واللہ لا یؤمن کہ مجھے قسم رب ذوالجلال کی وہ شخص مسلمان نہیں۔۔۔ صحابہ لرز اُٹھے کہ کس بدنصیب کا ذکر ہے، اس لئے انھوں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا کہ کون؟ آپ نے فرمایا:

اَلَّذِیْ لَا یَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ۔

کہ جس کی شرارتوں ایذا رسانیوں اور شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہیں وہ ایمان سے محروم ہے۔

اس پُرغضب اور ہیبت ناک ارشاد کے ساتھ ایک بار پھر وہ ابتدائی حدیث ملاحظہ فرمائیں جس میں فرمایا گیا تھا:

جس کی شرارتوں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہیں وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

اور اس کے ساتھ ہی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ ارشاد بھی پلّے باندھ لیں جس میں فرمایا گیا تھا:

کہ وہ آدمی مجھ پر ایمان نہیں لایا جو بے فکری کے عالم میں پیٹ بھر کر سو جائے اور اس کے برابر میں اس کا پڑوسی بھوک سے بلبلا رہا ہو اور اس بے فکرے کو اس کی خبر بھی ہو۔

اگر خبر نہیں تو شاید قابل معافی ہو گو کہ اس کی خبرگیری اس پر ایک طرح لازم ہے لیکن اگر خبر بھی ہے اور پھر یہ انداز بے فکری ہے۔ تو رحمت دو عالم سراپا غضب ہو کر ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لایا اور میری جماعت میں داخل نہیں ہوا۔

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں بعض متعین حقوق ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

بیمار ہو تو اس کی تیمارداری کرے۔ انتقال کر جائے تو جنازہ میں شریک ہو۔ ضرورت سے قرض مانگے تو اسے دے۔ وہ بُرا کام کر بیٹھے تو پردہ پوشی کرے۔ اسے نعمت ملے تو اسے مبارک دے۔ مصیبت کا شکار ہو تو تعزیت کرے۔ اپنی عمارت اس طرح بلند نہ کرے کہ اس کی ہوا بند ہو۔ تمہارے یہاں اس طرح اچھا کھانا نہ پکے کہ اس کی مہک اس کے بچوں کے لئے باعث اذیت ہو الا یہ کہ اس میں سے کچھ سالن اس کے گھر بھیج دو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی روایت میں اس سلسلہ میں اضافہ ہے۔

کہ پھل لاؤ تو اس کے گھر ارسال کرو۔ اگر ممکن نہ ہو تو چھپا کر لاؤ اور تمہارا بچہ اسے لے کر باہر نہ آئے کہ اس کا بچہ دیکھ کر پریشان ہو۔

اور حضرت جابر فرماتے ہیں کہ نبی امی علیہ السلام فرمایا: سالن بناؤ تو شوربہ پتلا کر لو اور اس میں سے کچھ پڑوسی کے گھر ارسال کر دو۔ حضور علیہ السلام نے بعض پڑوسیوں کے تین بعض کے دو اور بعض کا ایک حق ذکر کیا۔ تین حق اس کے ہیں جو مسلمان، پڑوسی اور رشتہ دار ہے۔ دو حق والا وہ ہے جو مسلمان اور پڑوسی ہو۔ ایک حق والا وہ ہے جو محض پڑوسی ہے خواہ وہ غیر مسلم ہو۔۔۔ غیر مسلم کے ضمن میں یہودی پڑوسیوں کے یہاں ہدایا ارسال کرنے کا احادیث میں باقاعدہ ذکر ہے جیسا کہ امام ترمذی نے نقل کیا اور مسند اسحٰق کی روایت میں ان اصحاب علم لوگوں پر تنقید کا ذکر ہے جو پڑوسیوں کی تعلیم وتربیت کا لحاظ نہیں کرتے اور فرمایا قسم بخدا اصحاب علم کا فرض ہے کہ وہ اپنے ناواقف پڑوسیوں کو دین سکھائیں اور ان میں دین کی سمجھ بوجھ پیدا کریں۔

یہ روایات مبارکہ اپنے معنی ومفہوم کے اعتبار سے بڑی واضح ہیں اور پڑوسی کی اقسام، ان کے حقوق، ان کی ادائیگی، ادائیگی پر اجر اور عدم ادائیگی پر عذاب سبھی باتوں کو واضح کر کے متنبہ کرتی ہیں کہ امت مسلمہ اس اہم ترین معاشرتی پہلو پر غور کریں کہ اسی میں نجات ہے۔

خاتمۂ سود۔ علماء کرام سے اپیل

محمد الیاس

صدر مملکت نے ۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ کے موقعہ پر اعلان کیا تھا کہ تین سال کے اندر اندر ملک سے سود کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ یہ میعاد ۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ کو ختم ہو گئی۔ مگر ابھی تک ملک میں سود برقرار ہے۔ اب تو اس میعاد سے دو سال زائد بھی ہو گئے ہیں۔ یعنی ۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ کو پانچ سال ہو گئے ہیں اور سود کی لعنت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ افسوس ہے کہ ممبر سے آواز نہ اُٹھنے کی وجہ سے نفاذ اسلام کا کام بری طرح متاثر ہو رہا ہے۔ اور اقتصادی میدان میں تین سال کی بجائے پانچ سال ہو گئے ہیں۔ مگر سودی کاروبار جاری و ساری ہے۔ اب بھی علمائے کرام اگر سود کے خلاف آواز اٹھائیں اور اپنی جدوجہد کو جاری رکھیں تو حکومت حرکت میں آ سکتی ہے۔ وزیر خزانہ کا یہ اخباری بیان کہ کیونکہ ہم بیرونی قرضہ جات پر سود ادا کر رہے ہیں، اس لئے اندرون ملک سود لینے پر مجبور ہیں۔ سود کو باقی رکھنے کا کوئی جواز مہیا نہیں کرتا۔ اس کی مثال تو کچھ یوں ہے کہ ایک بدکار کو کہا جائے کہ وہ بدکاری سے باز آئے اور وہ یہ حیلہ پیش کرے کہ شراب کے نشہ میں وہ اس بدعملی پر مجبور ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

قرآن مجید میں سود کے علاوہ کسی گناہ کے بارے میں اتنی وعید نہیں آئی۔ بلکہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۷۹ میں اسے اللہ اور رسولؐ کے خلاف اعلان جنگ قرار دیا گیا ہے اور حدیث نبویؐ میں بتایا گیا ہے کہ:

"سود اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کو ستّر اجزاء میں تقسیم کیا جائے تو اس کا ہلکے سے ہلکا جز اس گناہ کے برابر ہوگا کہ ایک آدمی اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے۔" (ابن ماجہ)

غور فرمائیں کہ سود سے بڑھ کر کونسا گناہ ہو سکتا ہے۔ مگر ہمارے ملک میں اس کے خاتمہ کی طرف سنجیدگی سے کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب مختلف شکلوں میں ہم پر نازل ہو رہا ہے۔

لہٰذا علمائے کرام سے اپیل ہے کہ وہ اپنی دینی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوتے ہوئے صدر مملکت سے مطالبہ کریں کہ وہ حسب وعدہ سود کا فی الفور خاتمہ کریں۔ تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات حاصل کر سکیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ادخلوا فی السلم کافۃ کا حکم فرمایا ہے اور وہ منافقت کو برداشت نہیں کرتے ارشاد ربانی ہے کہ:

ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔

از ظہیر احمد تاج صاحب

عصرِ حاضر اور اسلام

فکر و نظر کا محاسبہ

آج ہمارے فکر و نظر کو بدلنے کے لئے ہزارہا عناصر کام کر رہے ہیں سینکڑوں فکری درسگاہیں (SCOOLS OF THOUGNTS) لوگوں کے معتقدات بلکہ نفسیات (PSYCOLOGY) تک کو بدلنے کے درپے ہیں۔ ان عناصر کی تنظیمی قوت اور استقلال پسندی کس قدر زیادہ ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ گزشتہ سو سال سے لوگوں کی ذہنیتوں کو بدلنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں اور پراپیگنڈہ کا کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے جسے کام میں نہ لایا جا رہا ہو۔

متضاد فکری عناصر

اب تک آپ کے سکولوں میں کس قسم کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ آپ کو کس قسم کا لٹریچر "ادب اور زندگی" کے نام پر پیش کیا جا رہا ہے۔ انقلاب اور ترقی کے عنوانوں کے ماتحت کس قسم کے خیالات دئے جا رہے ہیں سینماؤں میں کس آرٹ کی اشاعت کی جا رہی ہے اور ہمارے اخبارات کیا نمونہ پیش کر رہے ہیں کیا ان سب کا مقصد ذہنی پریشانی اور انسانیت دشمنی نہیں؟

آج انہی مختلف اور متضاد "فکری عناصر" کی کارفرمائی سے انسانیت ٹکڑے ٹکڑے ہو چکی ہے اور امن ایک موہوم شے بن کر رہ گیا ہے ؎

کیا کیا فریب دیتی ہے تہذیب رنگ و بو
سو ظلمتوں سے تابہ نئی روشنی بنی

آخر اس پریشانی کے قدرتی اسباب کیا ہیں؟ کیا برائی میں اتنی طاقت ہے کہ وہ نیکی پر چھا جائے اور کیا اندھیرا، روشنی کو ختم کر دیتا ہے۔ اگر یہ بات نہیں ہے بلکہ ایک شمع کی کمزور لو بھی تاریکی کے سینے کو چیر دیتی ہے۔ صبح کا اُجالا، رات کی سیاہ چادروں کو پیٹ دیتا ہے۔ سورج کی ایک ننھی منی کرن آنکھوں کا نور بن کر مسکراتی ہے۔ پھر برائی کی حکومت کیوں ہے، تاریکیاں کس لئے ہمہ گیر ہیں اور انسانیت پر پریشانی کی چادریں کیوں پڑی ہوئی ہیں؟

اس سوال کا جواب صرف یہ ہے کہ ڈوبی ہوئی کرن ظلمت کو روک نہیں سکتی جب شمع بجھ جاتی ہے اندھیرے کا غلبہ خود بخود ہو جاتا ہے۔

آج سینکڑوں فکری درسگاہیں ہیں جو انسانیت کی قاتل ہیں۔ اور دل و دماغ کو پریشان کر رہی ہیں۔ لیکن ایسی درسگاہیں نظر نہیں آتیں جو نیکی اور ہدایت کا سورج بن کر انسانیت کی خدمت کر رہی ہوں۔ (الا ماشاء اللہ)

صرف چند شمعیں روشن ہیں جن کا اجالا محدود اور ذخیرہ معمولی ہے۔ مگر تاریکی ہمہ گیر اور بادِ صرصر طوفان خیز ہے۔

(بقیہ: صفحہ ۱۴ کا)

حلقہ ہائے علمیہ میں جو خلا پیدا ہو گیا ہے بظاہر اس کے پُر ہونے کی اُمید نہیں کی جا سکتی۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت مولانا کو اپنے مقرب بندوں میں محسوب فرمائے۔ اور بلند درجات سے نوازے آمین۔

بسلسلہ یاد رفتگان

خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ — محمد اسماعیل شجاع آبادی مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت — بہاولپور

خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، شجاع آباد کے مشہور قاضی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے جد اعلیٰ قاضی محمد سلطانؒ بانی شجاع آباد نواب شجاع کے اساتذہ میں سے تھے۔ نواب صاحب آپ کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔ جب شجاع آباد کی بنیاد رکھنے کا وقت آیا تو نواب مرحوم نے قاضی صاحب کے مشورہ سے اس قصبہ کا نام شجاع آباد تجویز کیا۔ ساتھ ہی نواب صاحب نے وسط شہر میں ایک عظیم الشان جامع مسجد تعمیر کروائی۔ اور خطابت کے فرائض قاضی موصوف کے سپرد ہوئے۔ یہ وہی مسجد ہے جسے شاہی مسجد کہا جاتا ہے۔ اسی دور سے اس مسجد اور شاہی عید گاہ کا نظام قاضی خاندان کے انتظام و انصرام سے چلا آ رہا ہے۔

قاضی محمد سلطان کے بعد قاضی خاندان میں قاضی حبیب اللہ ایک بہت بڑی علمی شخصیت گذرے ہیں۔ جو کہ اپنے دور کے جید علماء میں شمار ہوتے تھے۔ قاضی احسان احمدؒ کے والد گرامی قاضی محمد امینؒ بھی اچھے عالم تھے۔ لیکن ان کے دوسرے بھائی قاضی محمد یاسینؒ عالم اجل اور قاضی بے بدل تھے۔

قاضی صاحبؒ کی پیدائش

قاضی محمد امینؒ کے ہاں عرصہ دراز تک کوئی نرینہ اولاد نہ ہوئی۔ تو انہوں نے نہایت عجز و انکساری سے دُعا کی جو شرف قبولیت سے نوازی گئی۔ اور قاضی صاحبؒ ۹ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ سن عیسوی کے لحاظ سے آپ کی پیدائش ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ والدین نے اس نعمت خداوندی کا نام احسان احمد رکھا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد قاضی محمد امینؒ چچا قاضی محمد یٰسینؒ اور دیگر خاندانی بزرگوں سے حاصل کی۔ کچھ عرصہ تک سرکاری سکول میں بھی زیر تعلیم رہے۔ بعد ازاں علاقہ شجاع آباد کے مشہور عالم اور مدرس مولانا اللہ وسایاؒ سے علمی پیاس بجھاتے رہے۔ اور حدیث و تفسیر کے علوم کی تحصیل کے لئے مولانا خلیل الرحمٰن کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔

مولانا اللہ وسایاؒ کی ایک دُعا

قاضی جی سخت سردی کے موسم میں سرِ شام اپنے استاذ محترم مولانا اللہ وسایاؒ کے لئے گرم پانی تیار کرتے۔ معمول یہ تھا کہ قرب و جوار کے کنوؤں سے اوپلے اکٹھے کر کے پانی گرم کیا کرتے۔ "مولانا" اس پانی سے مغرب عشاء اور تہجد کی نماز کے لئے وضو فرمایا کرتے تھے۔

ایک رات سخت سردی پڑ رہی تھی۔ بوندا باندی شروع تھی۔ آگ سلگاتے سلگاتے رات کا کافی حصہ گذر گیا تہجد کے وقت جب استاذ محترم جاگے تو یہ خیال تھا کہ سخت سردی کا عالم ہے شاید احسان احمد نے پانی گرم نہ کیا ہو۔ اور آج کی تہجد قضا ہو جائے۔ لیکن قاضی صاحب استاذ محترم کے لئے سراپا انتظار تھے۔ خلاف توقع جب پانی کا لوٹا ہاتھوں میں تھمایا۔

استاذ نے سخت سردی کے عالم میں جب گرم پانی ہاتھ پر ڈالا تو دل سے دعا نکلی اور سرائیکی میں فرمایا کہ "احسان تو میرے خدمت کیتی اے میں راضی ہاں خدا راضی تھیوی وقت آسی کہ بادشاہ وی تیڈی جوتیاں سیدھی کریسن" یعنی احسان تو نے میری بہت خدمت کی ہے میں تجھ پر راضی ہوں خدا تعالیٰ بھی تم سے راضی ہو انشاء اللہ ایک وقت آئے گا کہ بادشاہ تیری جوتیاں سیدھی کریں گے"۔ اللہ اللہ قاضی جیؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے استاذ مرحوم کی اس دعا کی تکمیل اپنی آنکھوں سے یوں دیکھی کہ جب میں والی قلات کے ہاں مہمان

ہوا تو دعوت سے فراغت کے بعد والیٔ قلات نے میری جوتیاں اٹھا کر سامنے رکھ دیں۔

(ملخص از سوانح حیات قاضی احسان احمد ص ۳۲-۳۳)

حلیہ اور شکل وہیئت

لمبا قد، بھرپور جسم، موٹی آنکھیں، سرخ وسفید رنگت، اکثر سفید لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ سر پر گھنگھریالے بال اور بالوں پر سفید رومال، کھلکھلاتا چہرہ، خوش طبعی، خوش گفتاری اور خوش لباسی میں اپنی نظیر آپ تھے۔ مہمان نوازی اور خوش خلقی ان کی دو اہم خصوصیات تھیں۔ ایک بار جو ان سے ملتا زندگی بھر ملاقات کو یاد رکھتا۔ امیر وغریب بلکہ ہر کسی سے بڑی خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ بغل گیر ہوتے اور آنے والے کی پیشانی پر بوسہ دیتے۔ نہایت ہی خوشگوار وقت گذارا۔

امیر شریعت سے ملاقات

۱۹۲۶ء کا سال تھا کہ شاہ جیؒ نے ملتان میں عظیم الشان جلسہ سے خطاب کرنا تھا۔ جس کا چرچہ پورے ڈویژن میں تھا۔ ہزارہا انسانوں نے شرکت کی۔ اسی موقعہ پر قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ بھی اپنے والد بزرگوار کی معیت میں ملتان شریک جلسہ ہوئے۔ شاہ جیؒ کا قیام مشہور احراری ورکر ملک عبدالغفور انوری کے مکان پر تھا۔ جلسہ سے پہلے ملک صاحب کی وساطت سے ملاقات نے قاضیؒ کو شاہ جیؒ کا گرویدہ بنا لیا۔ قاضی صاحبؒ نے شجاع آباد آنے کی دعوت۔ امیر شریعتؒ نے دوسرے موقع پر شرکت کا وعدہ فرمایا۔

پھر دو سال کے بعد شاہ جیؒ جب دوبارہ ملتان تشریف لائے تو شجاع آباد تشریف آوری پر آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ شاہی مسجد شجاع آباد میں ایک عظیم الشان جلسہ سے خطاب فرمایا۔ قاضی محمد امینؒ اس موقع پر اتنے متاثر ہوئے کہ اپنا سب سے قیمتی سرمایہ اور متاع عزیز یعنی اپنا اکلوتا بیٹا احسان احمد شاہ جیؒ کے قدموں میں ڈال دیا اور کہا کہ میرے پاس اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ شاہ جیؒ نے نوجوان قاضی کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ اور شاہ جیؒ کی صحبت اور فیضان نظر نے قاضی احسان احمد کو عظیم خطیب بنا دیا۔

مجلس احرار اسلام

شاہ جیؒ قاضی کو ساتھ لے گئے۔ اور قاضی نے اپنی مخلصانہ محنت اور فرمانبرداری کی وجہ سے شاہ جیؒ کا اعتماد حاصل کر لیا۔ حتیٰ کہ ۱۹۳۰ء میں جب مجلس احرار اسلام معرض وجود میں آئی تو قاضی صاحبؒ کم عمری کے باوجود ضلع ملتان مجلس احرار کے صدر چن لئے گئے۔ چنانچہ قاضی صاحبؒ نے جماعتی تنظیم کے لئے پورے ہندوستان کا دورہ کیا۔ شاہ جیؒ نے انہیں کلکتہ اور بمبئی اور پنجاب کے دیگر شہروں میں تنظیمی دورہ کے لئے بھیجا جو آپ نے نہایت کامیابی کے ساتھ پورا کیا۔ کشمیر کی جنگ آزادی اور کوئٹہ کے مظلومین کی امداد کے لئے بھرپور حصہ لیا۔ بلکہ امداد کا حق ادا کر دیا۔

قادیان میں احرار کانفرنس کا خطبہ

مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام قادیان میں احرار کانفرنس منعقدہ ۲۱، ۲۲، ۲۳ ر اکتوبر ۱۹۳۴ء میں افتتاحی خطبہ آپ نے دیا۔ اور آپ ہی تیسرے احراری لیڈر تھے۔ جنہوں نے قادیان میں جان ہتھیلی پر رکھ کر ۲۰ ر دسمبر ۱۹۳۵ء کا جمعہ پڑھایا اور گرفتار ہوئے۔

قادیان کانفرنس کے بعد قاضی صاحب پورے انڈیا میں عظیم الشان کانفرنسوں میں ایک اہم خطیب کی حیثیت سے مدعو کئے جانے لگے۔ اور قاضی صاحبؒ کی وجہ سے ضلع ملتان کا ایک پسماندہ قصبہ پورے ہندوستان میں مشہور ہو گیا۔

دوسری جنگ عظیم میں احرار کی طرف سے فوجی بھرتی کے خلاف تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ اور آل انڈیا مجلس احرار اسلام کے پہلے ڈکٹیٹر مقرر ہوئے۔ اور عدم موالات کی تحریک میں روح رواں کی حیثیت سے تحریک کی قیادت کی۔ ان خدمات جلیلہ کی بنا پر انہیں ہر بار مجلس احرار اسلام کی آل انڈیا مجلس عاملہ کے رکن کی حیثیت سے منتخب کیا جاتا رہا۔ قاضی صاحب اب ملکی سطح پر مقبولیت حاصل کر چکے تھے۔

فن خطابت میں شاہ جیؒ کے جانشین

قاضی صاحبؒ اگرچہ شاہ جیؒ کے مرتبہ کو نہ پہنچ سکے۔ تاہم اچھا خاصا مقام پیدا کر لیا۔ ان کی تقریریں تلوار کی

کاٹ اور مرہم دونوں ہوتے تھے۔ ان کی گرج سے پورے برصغیر میں سامراجی لٹیرے اور ان کے حاشیہ نشین لرزہ براندام ہو جاتے۔ جب آپ تقریر کرتے تو مجمع پر سناٹا طاری ہو جاتا صاف اور شستہ اردو ایسا معلوم ہوتا کہ شجاع آباد میں دہلی اور لکھنؤ کا کوئی ادیب فصاحت و بلاغت کے موتی بکھیر رہا ہے۔ آپ کی تقریر میں محاورے، جوش و جذبہ، آواز کا زیر وبم، فرنگی کا نام آتا تو قصر بکنگھم پر گونجتے، ختم نبوت کا بیان ہوتا تو قادیان پر گرجتے اور اتنا برستے کہ قادیان کے ایوانوں میں زلزلہ کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ لوگوں میں جوش وولولہ، جذبہ جہاد اجاگر ہوتا نظر آتا۔ اکابرین علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے بیان کرتے تو نالے اور گریہ اٹھتے۔ مظلوموں کی داستانیں آتیں تو آہیں نکلتیں، ظالموں کے ظلم کو للکارتے تو خون گرم ہو جاتا۔ انہیں خطیبانہ جوش وولولہ کو دیکھ کر اور آپ کے انداز گفتگو سے متاثر ہو کر شہید ملت لیاقت علی خان مرحوم نے آپ کو خطیب پاکستان کے عظیم لقب سے نوازا۔

قید وبند کی صعوبتیں

سیاست کی خاردار وادی میں قدم رکھنے کے بعد مصائب و آلام کا آنا فطری امر ہے۔ جب تک کوئی لیڈر جیل میں نہ جائے شخصیت کی تکمیل نہیں ہوتی۔ چنانچہ خطیب پاکستان میدان سیاست میں وارد ہوئے تو کئی مرتبہ جیل جانا پڑا۔

مجموعی طور پر آپ نے ۸، ۹ سال تک قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

۱۔ پہلے پہل آپ اس وقت گرفتار ہوئے۔ جب قادیان میں دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا چھ ماہ تک گورداسپور جیل میں بند رہے۔ اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ ہوا۔ مجسٹریٹ عزیز احمد نے سزا دیتے ہوئے کہا میں آپ کی امتیازی حیثیت کے پیش نظر سزا دے رہا ہوں۔ یہ سزا گورداسپور جیل میں سی کلاس میں کاٹی۔

۲۔ دوسری مرتبہ مسجد شہید گنج کے سلسلہ میں ۶ ماہ تک جیل کاٹی۔

(سوانح قاضی احسان احمدؒ ص ۵۱)

۳۔ ۱۹۳۹ء میں دوسری جنگ عظیم کے موقع پر فوجی بھرتی کے خلاف چلائی جانے والی احراری تحریک کے آپ ڈکٹیٹر مقرر ہوئے گرفتاری عمل میں آئی اور تین سال تک پابند سلاسل رہے۔

۴۔ نیز قیام پاکستان کے بعد تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے سلسلہ میں بھرپور حصہ لیا اور دھر لئے گئے۔ قید کے دوران آپ کو اور شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ کو جیل میں زہر دیا گیا۔ خداوند قدوس کے فضل وکرم نے دونوں کو بچا لیا۔ اسی دوران آپ کے والد گرامی قاضی محمد امینؒ رحلت فرما گئے۔ مگر حاجی خواجہ ناظم الدین کی حکومت نے ایک لاکھ روپیہ بطور ضمانت مہیا کرنے کے باوجود پیرول پر رہا کرنے سے انکار کر دیا۔

۵۔ آخری بار ایوب خانی دور میں آپ نے حکومت کو لاشئی کہا لیکن رپورٹر کی کم فہمی کی وجہ سے لاش لکھا گیا۔ پندرہ دن پنڈی جیل میں رہے۔ حکومت کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ رہا کر دئے گئے۔

قاضی صاحبؒ اور مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

قیام پاکستان کے بعد مجلس احرار اسلام نے اپنی سیاسی حیثیت ختم کرنے اور مسئلہ ختم نبوت کے تحفظ کا فیصلہ کیا۔ تو مجلس احرار دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ بعض احراری راہنما مسلم لیگ میں شامل ہو کر ملک وملت کے تحفظ وبقا کے لئے کام کرنے لگے۔ لیکن امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور قاضی احسان احمدؒ شجاع آبادی اور آپ کے رفقاء میں سے مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا محمد حیاتؒ، مولانا عبدالرحمٰن میانوی، مولانا تاج محمود چیف ایڈیٹر لولاک، مولانا محمد شریف جالندھری، اور دیگر جید علماء کرام نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے نام سے ایک غیر سیاسی ادارہ کی بنیاد رکھی۔ جس کے پہلے امیر حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ چنے گئے۔

۲۱ اگست ۱۹۶۱ء کو شاہ جیؒ کی وفات کا سانحہ پیش آیا۔ آپ کی وفات کے بعد خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کو بالاتفاق جماعت کا امیر منتخب کیا گیا۔ آپ شاہ جیؒ کا ظل وعکس شمار ہوتے تھے۔ آپؒ نے اونچے اور سرکاری حلقوں میں اور اسی طرح تعلیم یافتہ

طبقہ میں جماعت کی سفارت اور ترجمانی کا حق ادا کیا۔ اور مرزائیت کا سیاسی احتساب کرنے کا حق ادا کیا۔

ایک مرتبہ شہید ملت لیاقت علیخاں کو آپ نے جب عربوں کا مرزا بشیر الدین محمود ہیڈ آف دی جماعت ربوہ کے نام خط دکھلایا جس میں عربوں نے مرزا بشیر الدین کا شکریہ ادا کیا تھا کہ آپ کی ہدایت پر چوہدری ظفر اللہ خاں نے یو این او میں ہماری حمایت کی ہے تو قائد ملت مرحوم کی آنکھیں کھل گئیں۔ قاضی صاحب نے فرمایا خاں صاحب ظفر اللہ خاں وزیر خارجہ پاکستان کا ہو۔ تنخواہ پاکستان کے خزانہ سے لیتا ہو۔ آپ کی کابینہ کا ممبر ہو۔ نمائندہ آپ کا ہو اور عرب شکریہ مرزا بشیر الدین کا کریں۔ حالانکہ یو این او میں عربوں کی حمایت مرزا محمود کی پالیسی نہیں بلکہ پاکستان کی پالیسی ہے۔ عربوں کو شکریہ مرزا محمود کا نہیں بلکہ آپ اور حکومت پاکستان کا ادا کرنا چاہئے۔ لیاقت علی خاں کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔

(لولاک صـ۶۷ شیخ الاسلام بنوریؒ)

بہرحال عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ قاضی صاحبؒ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ ایک تحریک کے دوران لاٹھی چارج سے پولیس نے آپ کی ہڈیاں توڑ دی تھیں۔ آپ نے ملت اسلامیہ کے لئے بے مثال قربانیاں دیں۔ اور ۱۲ر شوال ۱۳۸۲ھ بمطابق ۹ مارچ ۱۹۶۳ء سے ۹ر شعبان ۱۳۸۵ھ بمطابق ۲۳ نومبر ۱۹۶۶ء تک ۳ سال ۸ ماہ ۲۷ دن تک مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے باقاعدہ امیر رہے[1]

آپ کی رحلت کے بعد آپ کے رفیق کار مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے جماعت کی قیادت وامارت کے فرائض سرانجام دئے۔

سفیر ختم نبوت

مسئلہ ختم نبوت کے تحفظ کے سلسلے میں قاضی صاحبؒ ختم نبوت کے سفیر تھے۔ قاضی صاحبؒ نے قائد ملت لیاقت علی خاں، خواجہ حاجی ناظم الدین، چوہدری محمد علی، سردار عبدالرب نشتر، سردار بہادر خاں، ہاشم گزدر ڈپٹی سپیکر قومی اسمبلی پاکستان، امین الدین گورنر سندھ، ملک محمد امیر خاں گورنر مغربی پاکستان، سکندر مرزا، جسٹس محمد منیر سے لے کر عام آفیسرز کو قادیانیت کی ملک وملت کے خلاف سرگرمیوں اور پاکستان کے خلاف الہامی عقیدوں پر روشنی ڈالتے اور آگاہ کرتے تو ان کی آنکھیں کھل جاتیں۔

ایک مرتبہ لیاقت علی خاں مرحوم سے ملاقات ہوئی۔ اور باتوں کے علاوہ جب آپ نے مرزائیت کا پس منظر بیان کیا۔ اور مرزا غلام احمد کی مشہور تصنیف تذکرہ دکھلائی جس کے صفحہ ۱۴ پر درج ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی رات کی چاند کے ساتھ تشبیہہ دی گئی ہے اور مرزا کو چودھویں رات کے ساتھ۔ قائد ملت نے اپنی پنسل کے ساتھ خود نشان لگایا۔

اس کے بعد قاضی صاحبؒ نے مرزا کی وہ تمام تصانیف دکھلائیں جن میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم اور دیگر اہل اللہ کی توہین کی گئی تھی۔ وزیراعظم نے ان تمام حوالوں کو انڈر لائن کر کے میز پر رکھ دیا۔ جب آپ نے موصوف کو اکمل قادیانی کا یہ شعر دکھلایا۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور پہلے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد جس نے دیکھنے ہوں اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

یہ اشعار سن کر وزیر اعظم زاروقطار رونے لگے اور فرمایا کہ آپ میرے ساتھ کراچی تک چلیں تاکہ کوئی اور باتیں بھی ہو جائیں لیکن قاضی صاحبؒ جماعتی مصروفیات کی وجہ سے نہ جاسکے۔ الوداع ہوتے وقت شہید ملت نے فرمایا "مولانا آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا اب دعا کریں کہ اللہ تعالے مجھے بھی اپنا فرض ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین"

جسٹس محمد منیر سے ملاقات

قاضی صاحبؒ نے سابق چیف جسٹس

محمد منیر سے کئی مرتبہ ملاقات کی۔ ان ملاقاتوں میں آپ نے مرزائیت کا خوب تجزیہ کیا۔ اور مرزائیوں کی ملک گیر سرگرمیوں کا پردہ چاک کیا۔ ان ملاقاتوں کا نتیجہ جسٹس منیر کی زبانی سنئے۔ لکھتے ہیں "پہلا شخص جس نے خواجہ ناظم الدین وزیراعظم کی توجہ قادیانی تحریک کی سنگینی کی طرف مبذول کرائی وہ قاضی احسان احمد شجاع آبادی تھا قادیانیت کی مخالفت اس شخص کی زندگی کا واحد مقصد معلوم ہوتا ہے وہ جہاں کہیں جاتا ہے اپنے ساتھ ایک بڑا چوبی صندوق لے جاتا ہے۔ جس میں احمدیوں کا اور احمدیوں کے خلاف لٹریچر بھرا ہوا ہوتا ہے۔ زیادہ اہم سیاسی واقعات کا ذکر تو درکنار، پاکستان یا کسی اور شخص کو کوئی آفت پیش آجائے، کوئی افسوسناک واقعہ رونما ہو جائے قائد ملت قتل کر دئے جائیں یا ہوائی جہاز گر پڑیں قاضی احسان احمد شجاع آبادی کے نزدیک وہ ہمیشہ احمدیوں ہی کی سازش کا نتیجہ ہوتا ہے۔

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء صـ۱۳۷)

واقعی آپ نے تردید قادیانیت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا۔ ہر محفل، ملاقات، مجلس میں مرزائیوں کی سازشوں کا پردہ چاک کرتے جس سے قادیانیوں کے ایوانوں میں دراڑیں پیدا ہو جاتیں۔

ایک عجیب واقعہ

ایک مرتبہ آپ لاہور ریلوے اسٹیشن پر گاڑی کا انتظار کر رہے تھے۔ دریں اثنا مردانہ انتظار گاہ سے دو گوری چمڑی والے انگریز نکلتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں روٹیاں ہیں۔ کتوں کو آواز دے کر کہتے ہیں ٹیپو کم ہیئر یکایک قاضی جیؒ کا چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔ اور آنکھیں خون آلود ہو جاتی ہیں۔ چند نان خرید کر شیر گونجتا ہے۔ لارڈ ولزلی Come Here لارڈ ماؤنٹ بیٹن Come Here اور ایک ایک فرنگی کا نام لے لے کر نان ڈالتے رہے۔ اور فرمایا تم نے میرے ایک ٹیپو شہید کا نام لیا ہے میں تمہارے سب فرنگیوں کا نام لوں گا۔ اگر طبع نازک پر ناگوار گزرے تو بندہ کا خون ٹیپو شہید کی عزت وعظمت کی حفاظت کے لئے گرنے پر فخر محسوس کرے گا۔

خطیب پاکستان موت کی آغوش میں

۲۳ نومبر ۱۹۶۶ء کا سورج ایک عظیم المیہ لے کر طلوع ہوا کہ خطیب پاکستان، عندلیب چمنستان اسلام، توحید خداوندی کا منادی، دین قیم کا مبلغ، سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کا محافظ، محاذ ختم نبوت کا سپہ سالار، قافلہ آزادی کا شاہسوار بطل حریت، سفیر ختم نبوت حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

اپریل ۱۹۶۶ء میں مرض کا آغاز ہوا۔ ملتان اور لاہور میں علاج کرایا گیا۔ سات ماہ کی طویل کشمکش کے بعد ۹ر شعبان ۱۳۸۶ھ مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۶۶ء بعمر ۶۲ سال ۵ ماہ کینسر کے موذی مرض سے راہی عدم ہوئے۔ اور اپنے پیچھے لاکھوں شیدائیان ختم نبوت کو چشم پرنم چھوڑ گئے شجاع آباد کی تاریخ میں اتنا بڑا جنازہ کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ نماز جنازہ میں کراچی سے پشاور تک کے ہزاروں عقیدت مند شریک ہوئے۔ نماز جنازہ حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی مدظلہ نے پڑھائی۔ اور شجاع آباد نور شاہ قبرستان میں دفن کئے گئے۔

خدا رحمت کند بر عاشقان پاک طینت را

اقوالِ زرّیں

۱۔ جو شخص تعلیم کی مشکلیں نہیں اٹھاتا اسے ہمیشہ ذلت اٹھانی پڑتی ہے۔

۲۔ آپ سیکھنا چاہیں تو آپ کی ہر غلطی آپ کو سبق دے سکتی ہے۔

۳۔ اخلاص یہ ہے کہ انسان اپنے اعمال کا معاوضہ نہ لے۔

۴۔ توکّل انسان کو غلامی سے آزاد کراتا ہے۔

۵۔ جو شخص اپنے آپ کو محتاج بناتا ہے وہ محتاج ہی رہتا ہے

۶۔ قناعت ایسی دولت ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتی۔

۷۔ گناہ ناسور ہے اگر ترک نہ کر تو برابر بڑھتا رہتا ہے۔

محمد آصف، شاہدرہ

طبّی مشورے

براہ راست جواب کے خواہش مند حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔

حکیم آزاد شیرازی اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور

سر کی خشکی

س : میرے سر میں ایک عرصہ سے بہت خشکی ہے۔ کافی علاج کیا ہے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ براہِ کرم میرے لئے کوئی تیر بہدف اور آسان نسخہ تجویز فرمائیں۔

(صوفی محمد ادریس، سیالکوٹ)

ج : آپ روزانہ رات کو سر میں ایک لیموں کے پانی کی مالش کریں۔ صبح گرم پانی سے سر دھولیں اور بال خشک ہونے پر روزانہ روغن تارا میرا بالوں میں لگایا کریں۔ بالوں میں صابن کا استعمال بالکل ترک کر دیں انشاء اللہ صحت ہوگی۔ البتہ چونکہ سردی کا موسم ہے اس لئے رات کے بجائے اگر دوپہر کو لیموں کا پانی لگا کر دو تین گھنٹے بعد نیم گرم پانی سے سر دھو لیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔

دوّارِ سر

س : چھ سات مہینے سے میرے سر میں چکّر آتے ہیں۔ میں نے بہت سے انجکشن بھی کرائے ہیں گولیاں بھی کھائی ہیں لیکن کسی سے آرام نہیں آیا۔ میری عمر ۳۵ سال ہے۔ براہ کرم کوئی نسخہ بتائیں۔

(بشیر احمد صابر، کہروڑپکا)

ج : آپ اپنے مکمل حالات لکھیں تو صحیح نسخہ تجویز کیا جا سکے گا۔ مثلاً کیا آپ کو قبض رہتا ہے؟ بھوک لگتی ہے، کھانا ہضم ہو جاتا ہے؟ جسم موٹا ہے، دُبلا یا درمیانہ؟ کیا اس تکلیف سے پہلے ٹائیفائڈ بخار تو نہیں ہوا؟ کیا گیس کی شکایت یا نزلہ زکام رہتا ہے؟ وغیرہ ——— براہِ راست جواب چاہیں تو جوابی لفافہ بھیجیں۔

تبخیر یا ملیریا

س : آٹھ ماہ قبل ایک صبح بیدار ہونے پر آنکھوں کے آگے تاریں سی دکھائی دیں۔ سوچا شاید نظر خراب ہے۔ معائنہ کرایا تو نظر ٹھیک تھی۔ ڈاکٹر حضرات کے مشورے پر ملتان میں ڈاکٹر افتخار علی راجہ سرجن کو دکھایا۔ ان کے علاج سے بھی افاقہ نہ ہوا۔ اسی دوران چار روز تک ملیریا بخار میں مبتلا ہوا اور بھوک بھی ختم ہوگئی۔ ملیریا بخار مجھے ہر تین چار ماہ کے بعد آتا ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا جنّات کا چکر ہے۔ چنانچہ اس کا علاج کرایا پھر بھی وہی حالت رہی۔ پیٹ میں ہوا رہتی ہے۔ ہوا خارج ہو جائے تو طبیعت بحال ہو جاتی ہے۔ کچھ لوگوں نے شادی کا مشورہ دیا۔ اس بیماری کے سبب ایم۔ ایس۔ سی میں داخلہ نہ لے سکا۔ براہ کرم کوئی آسان علاج بتائیں۔

(محمد عظیم، ایف آر اے، میاں چنوں)

ج : آپ درج ذیل نسخہ بنا کر استعمال کریں اور ایک ماہ بعد اپنی کیفیت سے مطلع کریں۔

پوست ہلیلہ زرد، پوست ہلیلہ کابلی، پوست بہیڑہ، ہلیلہ سیاہ، آملہ مقشر، بادیان، گل سرخ ہر ایک پانچ تولہ۔ انیسون اور نمک سیاہ تین تین تولہ۔ تمام دوائیاں باریک پیس کر ملا لیں۔ روزانہ صبح، دوپہر، شام کھانے کے بعد ۲/۱ ماشہ پانی کے ساتھ

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے ——— مدیر

المقام المحمود (سورۂ فاتحہ، البقرہ)

افادات : حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رح

مرتّب : ڈاکٹر منیر احمد مغل

قیمت : ۷۵/- روپے

ملنے کا پتہ : مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ ۳۲-اے شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رح سکھ گھرانے سے تعلق رکھتے تھے ——— رب العزت نے انہیں دولتِ اسلام سے نوازا۔ حضرات اکابرین سلسلہ قادریہ یعنی حضرت بھرچونڈی، حضرت دین پوری اور حضرت امروٹی ان کے سرپرست و مربی بنے۔ پھر وہ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کی خدمت میں گئے اور ایسے کہ انہی کے ہو کر رہ گئے۔ ان کے رازدان، ان کے مشیر، معتمد اور سب کچھ۔ شیخ الہند کے ذریعہ حکمت قاسمی و ولی اللٰہی تک وہ پہنچے اور پھر ساری دنیا میں اس کو پہنچانے کی غرض سے میدانِ عمل میں آگئے۔ وہ ملکوں ملکوں پھرے اللہ کے دین کے نمائندہ و ترجمان بن کر خدمت کی حتیٰ کہ عمر عزیز کے انتہائی سال سرزمین وحی مکہ معظمہ میں گذارے ان کے علوم اس وقت ابلتا سمندر تھے۔ تجربات جوان اور فکر منجھ چکی تھی۔ سرزمین وحی میں قرآن عزیز ان کی توجہات کا مرکز تھا اور شاہ ولی اللہ رح کی کتابیں زیر درس۔ اس مقدس سرزمین میں جن لوگوں نے ان سے بھرپور استفادہ کیا ان میں مولانا عبداللہ لغاری مرحوم سب سے پیش پیش تھے۔ جنہوں نے مولانا کے افادات کو ایک مقدس امانت کے طور پر سینہ سے لگایا لکھا اور پھر مسودات محفوظ کر لئے۔ لغاری مرحوم ایک عرصہ مولانا کی خدمت میں رہے۔ مولانا کی ۲۲ سالہ جلاوطنی سے کچھ عرصہ قبل واپس آئے پھر دم واپسیں تک مولانا کے خادم رہے۔ سندھ یونیورسٹی میں مدرس رہے۔ اس پورے عرصہ میں وہ افادات محفوظ رہے اور ان کے جمع و ترتیب کی اور اشاعت کی سبیل نہ بن سکی۔ لیکن لغاری مرحوم کے میزبان اور صاحب علم و فضل بزرگ ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتہ مسلسل اس کی اشاعت کے لئے کوشاں رہے تاآنکہ پنجاب ہائی کورٹ انسپکشن ٹیم کے سینئر ممبر اور سراپا خلوص و محبت، علم کے رسیا ڈاکٹر منیر احمد مغل کی شکل میں ایک ایسا محنتی، انتھک اور صاحب عزم نوجوان اسے ملا۔ جس نے سالہا سال محنت کر کے اور راتیں آنکھوں میں کاٹ کر ان افادات کی تنقیح، توضیح اور تشریح کا فریضہ سرانجام دیا۔ منیر صاحب نے فی الحقیقت یہ کام پی، ایچ، ڈی کے مقالہ کے طور پر کیا اور ہمیں اعتراف ہے کہ انہوں نے یہ معرکہ نہایت خوبی سے سر کیا۔ انہیں اس پر ڈگری مل چکی ہے اور اس عظیم مقالہ کا پہلا حصّہ جو الفاتحہ و البقرہ پر مشتمل ہے زیور کتابت و طباعت سے آراستہ ہو کر سامنے آچکا ہے ——— مولانا سندھی کی مظلومیت کا اندازہ لگائیں کہ بعض ایسے ترجمان ان کے نام لیوا بنے جنہوں نے مرحوم کی شخصیت کی آڑ میں اپنے قد بلند کرنا چاہا ہے۔ لغاری مرحوم کا مسودہ، ہالے پوتہ صاحب کی نگرانی اور منیر صاحب کی محنت نے ہمیں وہ سندھی دکھلایا ہے جس کی روح قرآن میں ڈوبی

ہوئی ہے جو سنّتِ رسولؐ کا عاشق اور مسلکِ اسلاف کا پوری طرح پابند ہے جس کے رگ و ریشہ میں امام ولی اللہ اور مولانا محمد قاسم کے افکار رس بس چکے ہیں — یہ سرمایہ ملّت کے لئے متاعِ عظیم ہے مولانا سندھیؒ کے لئے تو ہمارے جسم کا رواں رواں دعا گو ہے ہی کہ انہوں نے قرآنی حقائق سے روشناس کرایا۔ ان کے ساتھ بخاری مرحوم کی عظمت دل میں دوچند ہو گئی اور زندہ حضرات یعنی ڈاکٹر ہالے پوتہ اور منیر صاحب کے لئے دعا گو ہیں کہ وہ ہزاروں برس جئیں ہر برس کے دن پچاس ہزار ہوں۔ خدمت کریں، امت کی رہنمائی کریں اور دونوں جہانوں میں سربلند ہوں سرخرو ہوں۔

مکتبہ رشیدیہ لاہور کے ارباب بہت مالکان قابل تحسین ہیں کہ نہایت خوبصورتی سے اس کتاب کو چھاپا۔ قرآن عزیز کی تفاسیر میں یہ ایک شاندار اضافہ ہے اور ہم دعا گو ہیں کہ مابقی حصے جلد سے جلد سامنے آئیں۔

معالم العرفان فی دروس القرآن

افادات: مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی

مرتب: الحاج لعل دین ایم۔ اے

قیمت: ۴۰/- روپے

ملنے کا پتہ: ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

مولانا صوفی عبدالحمید سواتی مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ و خطیب جامع مسجد نور، دورِ حاضر کے ان چند نامی گرامی فضلاء میں سے ہیں جو صدیوں بعد پیدا ہوتے اور ایک دنیا کو اپنے افکار سے متاثر کرتے ہیں وہ ایک طویل عرصہ سے گوجرانوالہ کی عظیم ترین مسجد کے خطیب ہیں۔ ان کے خطبات جمعہ اتنے مؤثر ہوتے ہیں کہ باید و شاید؟ ان خطبات میں علم و معرفت کی روشنی ہوتی ہے اور اسلاف کی مقدس تعلیمات کا مغز و نچوڑ۔ خطبہ کے ساتھ روزانہ التزام سے صبح کے وقت درس قرآن ارشاد فرماتے ہیں جس میں دور دور سے لوگ آکر باقاعدگی سے شریک ہوتے ہیں۔ یہ درس ان گنت قدیم و جدید تفاسیر کا خلاصہ اور نچوڑ ہوتا ہے جو صاحب درس کی محنت و کاوش کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ صوفی صاحب کے محلہ کے بعض مخلص اور دین دوست احباب نے اس قیمتی درس کو محفوظ کرنے اور اسے پھیلانے کی غرض سے ایک منصوبہ بنایا۔ جس کے دو حصے ہیں ایک حصہ تو کیسٹوں کے ذریعہ اسے محفوظ کرنے اور لاگت قیمت پر پھیلانے کا ہے۔ دوسرا حصہ انہیں مرتّب کرکے کتابی شکل میں چھپوانے کا ہے۔

مرتّب کرنے کے لئے ایک باہمّت اور محنتی دوست الحاج لعل دین صاحب کے نام قرعہ نکلا جو لاہور کے ایک کالج میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے اس سے قبل تین جلدیں مرتّب کیں۔ جن میں سے ایک جلد سورۂ فاتحہ کے دروس پر مشتمل ہے تو باقی دو جلدیں ۲۹ ویں پارہ کے دروس پر — اب یہ اس سلسلہ کی چوتھی جلد ہے جو بڑے سائز کے ۵۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور اس میں پورا تیسواں پارہ شامل ہے ۶۱ کل درس ہیں جن سے یہ کتاب مرتب کی گئی ہے۔ فاضل صاحبِ درس نے حضرت الامام الشاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کے طریق و ارشاد کے مطابق قرآن فہمی کے نقطہ نظر سے درس دیئے ہیں جن میں منطقی ابحاث اور اِین و آں سے ہٹ کر نفسِ قرآن کو سمجھانے کی سعی کی ہے جس کا اندازہ مطالعہ کے بعد ہوتا ہے — دورانِ درس جو ضرورت کے تحت تکرار ہوتا ہے۔ اس کو فاضل مرتّب نے نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے سمیٹ کر مرتّب کیا ہے اور اس طرح کتاب موتیوں کا ایک مقدس ہار معلوم ہوتا ہے — ترتیب کے بعد کتاب کی کتابت کا مرحلہ آتا ہے تو وہ انتہائی خوبصورت

(باقی ۱۱ پر)

بیاض اللغات

از۔ خالد حسن قادری (لندن)

اَدھی اردو مؤنث۔ اسم صفت

۱۔ اَدھی دمڑی۔ مغربی اضلاع میں ایک پیسہ کا آٹھواں حصہ۔ مشرقی اضلاع میں ساتواں حصہ۔

ادھی کی بھنگ نیری مونچھوں پہ رنگ
بھلے مانس کا لڑکا چماری کے سنگ

۲۔ فیلن نے لکھا ہے کہ ململ کے تھان کا نصف۔ پلیٹس نے صرف نصف تھان کسی بھی کپڑے کا لکھا۔ لیکن میرے خیال میں نور اللغات نے درست لکھا ہے "ایک قسم کا نہایت عمدہ اور باریک سفید سوتی کپڑا۔

~ آدھی کا تھان خوب دیا دمڑی مل تے واہ
جھنّا نگوڑا جھر جھرا کوڑی کے کام کا

مختشم

(شعر میں ادھی، دمڑی، کوڑی کی رعایت لفظی قابل لحاظ ہے)

۳۔ پتنگ جس کی قیمت ایک آدھی ہو۔ اسے اَدھیل اور اَدِیاہی بھی کہتے ہیں۔

اَختر بَختر، اردو، مذکر، اسم

فیلن ۱۸۷۹ء لکھتا ہے استر بمعنی کپڑے کی تہہ۔ اور بستر جو پھیلایا جائے اور اسے سنسکرت [illegible] بمعنی ڈھکنا سے ماخوذ بتاتا ہے۔ پلیٹس ۱۸۸۴ء اسے [illegible] + [illegible]۔ مادہ بمعنی بچھانا سے ماخوذ بتاتا ہے۔

میرے نزدیک یہ اَستر بَستر ہے۔ اَستر فارسی میں گھوڑے اور گدھے کی مخلوط نسل سے پیدا شدہ جانور خچر کو کہتے ہیں اور بَستر بمعنی بچھونا۔

سازو سامان، بستر بوریا، مال و متاع
ذاتی اسباب، لوجی یہاں سے ٹھلو
اپنا اختر بختر سنبھالو۔

اَڑدھنگی قدیم اردو۔

سنسکرت الاصل مؤنث۔ اسم

جسم = [illegible] + [illegible] = نصف

۱۔ نصف بہتر۔ رفیقۂ حیات۔ بیوی

~ باندر اک نسا چری لایو، کری اپنی اردھنگی
لال داس، رگھوناتھ دیا سے اُپنین بھئے بھرنگی

(دوہا لال داس)

اک بندر رات میں گھومنے والی چڑیل کو لایا اور اپنی بیوی بنایا۔ اے لالو داس! رگھوناتھ کی مہربانی سے پھر نسلِ فرنگی پیدا ہوئی۔ ہندوؤں میں روایت ہے کہ جب بندروں کی فوج کی مدد سے رام چندر جی نے راون پر فتح پائی تو بندروں کو دعا دی کہ کل جگ میں تمہارا راج ہو۔

۲۔ شوخ چشم عورت:

ایک نار دیکھی اردھنگی، رکھے ٹانگیں آدھی ننگی
جو دھوبن کرتی ہے کام سوہی وا تریا کا نام

(پہیلی: پہیلی دھوتی)

اَڑدھانگ قدیم اردو

سنسکرت الاصل مذکر۔ اسم

اَڑدَھگ

اَڑ دَھنگ

پلیٹس اسے بتاتا ہے [illegible] + [illegible]

فیلن نے اسے لکھا ہے:

جسم: [illegible] + [illegible] = نصف

جو زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

ایک بیماری جس سے نصف حصۂ جسم متاثر ہو جاتا ہے۔ جسم میں رعشہ پیدا ہونا۔

اَڑدھنگ: آدھا جسم

بقیہ: احادیث الرسولؐ

سے متعدد الفاظ منقول ہیں۔ بخاری شریف کی روایت کے مطابق یہ الفاظ ایسے ہیں جنہیں "سید الاستغفار" فرمایا گیا ہے۔ ان کا متن و ترجمہ ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اللہ تعالےٰ کا معصوم رسولؐ کس طرح اپنی امت کی رہنمائی کر رہا ہے:۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ ۷

اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَ وَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ ۔ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ۔

"یعنی اے اللہ! تو ہی میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے ہی مجھے پیدا فرمایا، میں تیرا بندہ ہوں ۔ جہاں تک مجھ جیسے عاجز و کمزور سے ہو سکے گا تیرے ساتھ کیے گئے عہد و میثاق کی فرمانبرداری کروں گا اور اس پر قائم رہوں گا میں تیری پناہ چاہتا ہوں اپنے عمل کے شر سے مجھے اقرار ہے کہ تو نے مجھے نعمتوں سے نوازا ہے اور اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے تیری نافرمانیاں کیں، اے میرے مالک! مجھے معاف فرما دے میرے گناہ بخش دے کہ تیرے سوا کوئی گناہوں کا بخشنے والا نہیں۔"

اس کے بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس شخص نے یہ کلمات یقین و اخلاص کے ساتھ دن کے وقت کہے اور وہ رات شروع ہونے سے پہلے اسے موت آ گئی۔ تو وہ جنت میں جائے گا اور رات کے حصہ میں کہے اور صبح سے قبل موت آ گئی تو وہ بلاشبہ جنت میں جائے گا۔

چند الفاظ اور ان کا یہ اجر! اس لئے ضرورت ہے کہ مسلمان بھائی اور بہنیں ان کلمات کو یاد کریں اور کم از کم صبح و شام پڑھنے کا التزام کریں۔ رب العزت توفیق دیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

قارئین کرام کی خدمت میں ایک التماس

جن حضرات کے پاس حضرت لاہوریؒ کا مترجم قرآن پاک موجود ہے۔ اُن تمام حضرات کی خدمت میں انجمن خدام الدین بصد ادب یہ درخواست کرتی ہے کہ ازراہِ کرم روزانہ تلاوت کلام پاک کو اپنا معمول بنائیں — اور دورانِ تلاوت اگر کسی جگہ پر طباعت کی کوئی غلطی اُن کی نظر سے گذرے تو

ازراہ عنایت

ناظم انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

کو بذریعہ خط اس کی اطلاع دے کر دارین کا اجر کمائیں

منظور شدہ محکمہ تعلیم ۱- لاہور ریجن بذریعہ چھٹی نمبری G/۱/۱۶۳۶ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چھٹی نمبری T.B.C ۲۲۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء ۳- کوئٹہ ریجن بذریعہ چھٹی نمبری ۳۹/۹/۶۷-۲-۹ D.D. مورخہ ۲۳ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G.M.۲/۸۰-۱۵۴۱۰ مورخہ ۳ اپریل ۱۹۶۵ء